حافظ میر فضل اللہ صاحب نے علم فرائض کے تمام مسائل و متعلقات کو پانچ رسالون مین نہایت شرح و بسط کے ساتھ اردو زبان مین تحریر کیا ہے، جس سے مصنف کی اس علم پر بڑی بالغ نظری اور مہارت تامہ ظاہر ہوتی ہے، متعدد نقشون اور جدولون کے ذریعہ سے ذوی الارحام کے حصون کی تفصیل کی ہے، ترتیب اور طرز تحریر قانونی ہے، وکالت پیشہ حضرات کے لئے نہایت مفید ہوگا، مولوی میر عبدالرزاق وکیل درجۂ اول حیدرآباد سے اسکے لئے مکاتبت کیجئے،

شرح دیوان غالب، تمام شعرائے اُردو مین صرف مرزا غالب کو یہ فخر حاصل ہے کہ لوگون نے انکے اُردو دیوان کی شرحین لکھین، احاطہ، مطالب اور تشریح معانی مین مولانا طباطبائی کی شرح گو سب سے بہتر ہے، لیکن اختصار، اجمال، اور صحتِ بیان مین مولوی حسرت موہانی کی شرح بھی اچھی ہے، یہ شرح اب چوتھی دفعہ شائع ہوئی ہے، آخر مین بعض غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے، قیمت عہ دفتر اردوے معلیٰ، علی گڈھ،

رویت ہلال، پھلواری کے سجادہ نشین خاندان کو ہندستان کی اکثر صوفی خاندانون پر ایک مزیت یہ حاصل ہے کہ یہان علم و عمل، ظاہر و باطن، شرع و طریقت، پہلو بہ پہلو اور ہمدوش ہین، صوفی ہونیکے ساتھ علوم ظاہری مین تبحر و کمال بھی یہان ایک جزو ضروری ہے، رویت ہلال کا مسئلہ فقہا مین مختلف فیہ ہے کہ آیا ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کیلئے معتبر ہوسکتی ہے یا نہین، حضرت شاہ **بدرالدین** صاحب دامت فیوضہ العلیا سجادہ نشین پھلواری نے اس مسئلہ پر احادیث و روایات فقہ کی بنا پر محقق بحث کی ہے، موضوع، علما کے التفات کے لائق ہے ہم بھی اس فرض کے ادا کرنیکی کوشش کرینگے، شعبان کا نمبر اسکے لئے خاص طور پر موزون ہوگا۔

دفتر معارف پھلواری ضلع پٹنہ سے طلب کیجئے،

مجلد اوّل	ماہ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق مئی ۱۹۱۷ء	عدد یازدہم

مضامین

رموز فطرت، علوم جدیدہ کی متعدد شاخون پر ابتدائی مسائل کا مجموعہ، عبارت سلیس اصطلاحات عام فہم، عربی خوان اور نیز اُردو دان اصحاب کے لیے معلومات کا سرمایہ، قیمت ۱۲

علم الانسان، انسانی سیاحت، اور انسان کے لیے اعضاء کے منافع و فوائد کے بیان مین ایک عمدہ رسالہ، قیمت ۸

منیجر دار المصنفین

اعظم گڈھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

عربی مین مثل ہے کذب المنجمون وان صدقوا ، منجم سچ بھی کہین تو وہ جھوٹے ہین ہم نے سیرۂ نبوی کے اپریل ۱۹۱۶ء مین شائع ہوجانیکی جو پیشینگوئی کی تھی آخر وہ بھی غلط نکلی لیکن اس غلطی کا ازراہِ عنایت ہماری طرف انتساب نہ کیجئے، ہم جمہور شائقین اور صاحبِ مطبع کے درمیان ایک متوسط کی حیثیت رکھتے ہین، جو کچھ اُن سے معلوم ہوتا ہے وہ آپسے عرض کردیتے ہین، فروری اور مارچ مین ہمارا ایک خاص آدمی کانپور مین رہا، اور جب ہم مطمئن تھے کہ اب اپریل آیا اور آپنے ساتھ ہمارے دیرینہ خواب کی تعبیر نکلیگی، کہ دفعتہً یہ خبر آئی کہ اخیر فرمون کے لئے بنگال پیپر مل کے کاغذ کی ضرورت ہے، دریافت کیا گیا تو لکھنؤ مین نہ مل سکا، اب کلکتہ کی طرف نظر ہے، کمپنی کا اتبک جواب نہین آیا ہے،

چندسال سے دیوبند کے مدرسہ عالیہ کے احاطہ مین دار الحدیث کے نام سے ایک عظیم الشان عمارت زیرِ تعمیر ہے، بعض بزرگون نے نیک نیتی سے اس نام و نمود اور نمائش کی تعمیر کو دیوبند کے روایات اور رسوم قدیم کے خلاف سمجھکر اعتراض کیا ہی، اسکے جواب مین ایک مطبوع رسالہ ہمارے پاس آیا ہے،

سوال وجواب اور قال اقول سے قطع نظر کرکے سوال ئہ ہی کہ اگر ایک شہر مین ایک اسلامی اسکول کیلئے کئی کئی ہزار روپیہ کی عمارت کی ضرورت ہے، تو کیا سارے ہندوستان کے لئے کئی ہزار اگر ایک عربی درسگاہ کے لئے لگ جائے تو کیا نقصان ہے، اسلام کی عمر ہندوستان مین ایک ہزار برس ہی، اس تمام عمر مین اس وسیع خطۂ ارض مین کبھی کوئی دار الحدیث قائم نہوا، حالانکہ اس سے کم عرصہ مین مصر و شام و قسطنطنیہ کو کئی دار الحدیث کے قیام کا فخر حاصل ہے، اگر دیوبند کی یہ عمارت تکمیل کو پہنچ جاے تو ہندوستان کے ناصیۂ اسلام سے بدنامی کا ایک بڑا داغ مٹ جائے،

تیموریون کا کتبخانہ درحقیقت ایک عجائب خانہ تھا، علی گڈھ گزٹ سے معلوم ہوا کہ دلی کے ایک شخصی کتبخانہ مین جامع الاصول کا ایک قلمی نسخہ ہے، جسپر سلاطین تیموری کی مہرین ہین، یہ نسخہ غرناطہ کے کتبخانہ سے بچ کچ کر نکلا ہی اور جو جاہل پادریون کے ہاتھ سے جلنے سے محفوظ رہ گیا ہی، بانکی پور کے کتبخانہ مین بھی فن نباتات پر ایک قلمی نسخہ موجود ہے، جسکے متعلق بیان ہی کہ وہ غرناطہ کے باقیات صالحات مین ہے، اس نسخہ مین بڑی خوبی یہ ہی کہ تمام نباتات کی تصویرین نہایت عمدہ اور خوشرنگ کھنچی ہین، اور اس لحاظ سے وہ کتاب ایک غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے،

انگریزی زبان مین سلاطین تیموری کے حالات مین جو کتابین لکھی گئی ہین اُن مین اڈورڈ ہولڈن کی تاریخ اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ وہ انگریز مصنفین کے اغراض مفسدہ سے بہت حد تک پاک ہے تاریخ کے صفحات کو مسلسل جنگ اور قتل و خونریزی کا میدان بنانیکی اس مین کوشش نہین کیگئی ہے، سلاطین کے اخلاق و عادات کی ہو بہو تصویرین بھی کھینچی ہین،

جناب سید عبد السبحان صاحب تحصیلدار ریاست کدورہ نے اس کتاب کا سلیس اردو مین

کامیابی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے، اگر کوئی پبلشر صاحب اس کتاب کو اپنی طرف سے شائع کرنا چاہتے ہون تو مترجم سے مراسلت کرین،

اس ترجمہ مین ایک واقعہ ہم نے نہایت دلچسپی سے پڑھا، تزک بابری کے حوالہ سے مرقوم ہی کہ بابر مولانا عبدالرحمن جامی کا نہایت معتقد تہا، چنانچہ ہرات کے ذکر مین بابر اپنے جذبۂ اعتقاد کو مخفی نہ رکھ سکا، لکھتا ہے:

”ہرات مین ایسے نامور اور ممتاز لوگون کا مجمع تہا جو فضل وکمال مین اپنا ثانی نہین رکھتے تھے، اُن مین ہر ایک کی علمی بلند حوصلگی کا یہ عالم تہا کہ جس فن کی وہ تحصیل کرتے تھے اسکو درجۂ کمال تک پہنچا کر رہتے تھے، انہین مین مولانا عبدالرحمن جامی تھے جو منقول اور معقول دونون مین یگانۂ روزگار تھے، انکا کلام مشہور اور انکے ذاتی اوصاف ایسے اعلیٰ وارفع تھے کہ مین انکے قلمبند کرنے سے قاصر ہون مجھکو نہایت فکر تھی کہ انکا ذکر خیر کسی نہ کسی موقع سے کردون، چنانچہ انکے خصائل حمیدہ کا اشارہ ان ناچیز اوراق مین تیمناً وتبرکاً کردیا۔“

تم جانتے ہو کہ بابر کون ہے؟ وہ ہی جس نے کابل وترکستان کی پہاڑیون کو اپنے زور قوت سے اُلٹ پلٹ دیا، ہندوستان کے ایک لاکھ ٹڈی دل کو بارہ ہزار سپاہیون سے کاٹکر ڈالدیا، لیکن اس شہزور کی تلوار صرف ایک بوریا نشین درویش کے سجادۂ قلم سے شکست کھاگئی، اپنی اس عاجزی اور درماندگی کا وہ خود اعلان کرتا ہے،

درویشان را اگرچہ نہ از خویشانیم | لیک از دل وجان معتقد ایشانیم
دور است مگوئی شاہی از درویشی | شاہیم ولے بندۂ درویشانیم

اسلام کو اپنے ان بندہ نما بادشاہون پر ناز ہے اور بجا ناز!

دسمبر سنہ ۱۶ء کی اردو کانفرنس کے اجلاس نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اگر ان اغراض و مقاصد کے ساتھ کوئی مجلس قائم ہو تو ملک اسکے خیر مقدم کیلئے ہمہ تن تیار ہے، سنہ ۱۶ء گذر گیا، اب سنہ ۱۷ء ہے، کیا امسال بھی کچھ چہل پہل کی امید ہی؟ یاد آتا ہے کہ عین اجلاس کے موقع پر کلکتہ کے ایک مسلمان سیٹھ آیندہ سال کی دعوت کلکتہ مین دے گئے تھے،

اردو کانفرنس کے مسئلہ پر غور کرنیکے لیے جن اصحاب کا انتخاب ہوا تھا، وقت سے پہلے لکھنؤ مین کسی تاریخ مین اگر انکا اجتماع ہو سکتا تو خوب تھا، پنڈت کشن پرشاد صاحب کول اسکے سکریٹری قرار پائے تھے،

دار المصنفین کا کتبخانہ ابھی بہت کم سرمایہ ہے، ایک دو اصحاب نے اسکی توسیع وترقی کی عملی کوشش بھی شروع کی، الفضل للمتقدم کی حیثیت سے ہم سب سے پہلے اپنے دوست منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال کے شکر گذار ہین جنھون نے سب سے پہلے اس فرض کو ادا کیا، یہ کتابین زیادہ ترفقہ کی ہین،

اکثر اخبارات مین ہندوستان کی اسلامی تاریخ کی ترتیب وتدوین کی تجویزین پیش کیگئی ہین، بعض حضرات نے ازراہِ عنایت اس تجویز کے عمل مین لانے والی جماعت کے سلسلہ مین خاکسار کا نام بھی لیا ہے اس تجویز کی اہمیت اور ضرورت مین کوئی شک نہین، یہ نہ صرف ایک خشک علمی خدمت ہوگی بلکہ بہت حد تک ہندوستان کی دو عظیم الشان آبادیون کو انکی غلط کاریون پر متنبہ کرنیوالی بھی ہوگی، ہم نے دار المصنفین کا جو نظام عمل مرتب کیا ہے، اور جسکا ایک خاکہ ستمبر سنہ ۱۶ء کے معارف مین چھاپا گیا تھا، اس تجویز کے متعلق اس مین حسب ذیل فقرے تھے،

”اس سلسلہ کے اختتام کے بعد ہندوستان کی ایک محقق اور مستند تاریخ کا مسئلہ ہے“

اس بنا پر دار المصنفین کیلئے یہ کوئی نیا خیال نہین ہی بلکہ صرف فرصت کی دیر ہے،

دار الاقامہ ندوۃ العلما
اور
صوبہ اودھ کا فرض

قوم اگر آج نہین سمجھتی تو کل سمجھیگی کہ ترقی کا کیا مفہوم ہے، اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ آپنے انگریزی تعلیم کا امتحان کرلیا، انگریزی کالجون کے نتائج دیکھ لئے، اب للللہ! ذرا مذہبی احساسات، اور مذہبی معاہد علمی کے معجزات کی آزمائش بھی کر لیجئے، ہم جانتے ہین کہ آپ جواب مین ابنائے تعلیم جدید کے چند ممتاز افراد کے حسیات دینی کا حوالہ دینگے، لیکن آپنے دیکھا کہ اس جسم مین رُوح کیونکر پیدا ہوئی سنگ خارا چقماق کیونکر بنگیا، خزف مین لعل و گوہر کے خواص کہان سے آئے؟ اسکا جواب صرف ایک لفظ ہے "مذہب!"

اس سیل الحاد پرستی مین، اس طوفانِ بے دای مذہبی مین، ندوہ پہلی آواز تھی جس نے کشتی شکستگان اسلام کو سب سے پہلے ساحل کا پتہ دیا، تاہم یہ کس درجہ افسوسناک امر ہو کہ دُور کے مسافرون نے نہایت عجلت اور ہشیاری سے اس آواز کو لبیک کہا، اور قریب کے مسافر خواب سے بیدار تک نہوے، ندوہ کو پنجاب کی ایک ریاست نے پچاس ہزار دیا، دکن کی اسلامی حکومت نے ماہانہ مقرر کیا، ہند وسطی کی ایک مسلمان رئیسہ نے شاہانہ ماہوار امداد سے دریغ نہ کیا، ہندوستان کی انتہائی اسلامی آبادی مدراس نے تاسیس دار الاقامہ کا بیڑا اُٹھایا، لیکن اودھ کا صوبہ جسکی سرزمین پر دہ رحمت کا مجسمہ کھڑا ہے، وہان اُسکی طرف ابھی تک انگلی بھی نہ ہلی،

علی گڈھ کالج کے وسیع الابواب مداخل مین گو دُور دراز صوبون کا بڑا حصہ ہے، تاہم روسائے علی گڈھ کی فیاضی اُسکی مالی ستون کا پہلا سنگ بنیاد ہی، دیوبند گو ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج وصول کرتا ہی، تاہم اُسکی پانچ گذار ریاستین اسکے قریب ہی کے اضلاع مین واقع ہین، ندوہ نے اودھ کے ایک ایک رئیس کا دروازہ کھٹکھٹایا، لیکن ہر جگہ جواب مین "آگے بڑھو" کی آواز تھی، اودھ کے مسلمان روسا نے موجودہ جنگ کے فرائض سمجھکر لاکھون روپئے قرض مین لگائے، لیکن کیا ان مین ایک بھی خدا کو قرض لگانے کے لئے آمادہ ہے؟

ناشرینِ اُردو سے خطاب
ایک چھوٹی سی بات

اُردو زبان کی عالمگیری کا غلغلہ ہم نے اس زور شور سے بلند کیا ہے کہ مخالفین کو بھی ہماری راست بیانی کا یقین آچلا ہے، اور اس مین شک نہین کہ یہ ہمارا دعوی غلط نہین، لیکن اس دعوی کی شہادت اگر طلب کیجائے تو ہم کیا پیش کر سکتے ہین؟ ایک دلیل تو نہایت آسان ہے، دیکھو کلکتہ، بمبئی، مدراس، رنگون ہر جگہ بازارون مین سوداگرادر اسٹیشنون پر قلی ہماری زبان نہایت اچھی طرح سمجھ لیتے ہین اور بول لیتے ہین، لیکن اگر یہ سوال کیا جاے کہ یہ زبان کی جغرافی وسعت کا بیان ہے، خود زبان کی معنوی وسعت کا کیا ثبوت ہے؟ اسوقت تم کو اُردو کی تصنیفات، اردو کے رسائل اور اُردو کے عام مطبوعات کا جائزہ دینا ہوگا، لیکن اس ثبوت کے حصول کے لئے تم کہان کہان کی خاک چھانوگے، تمام اخبارات کے فائل اُلٹ پلٹ ڈالوگے، ماہوار رسالون کا ورق ورق ڈھونڈھ ڈالوگے، لیکن مقصد مین کامیابی نہوگی،

اس ناکامی کا یہ سبب نہین کہ اردو تصنیفات کا تازہ ذخیرہ مہیا نہین ہوتا بلکہ اصلی سبب یہ ہے کہ اُسکی واقفیت کا ہندوستان مین کوئی سامان نہین، انگریزی مین اتھینئم ایک مخصوص ماہوار رسالہ صرف مہینہ کے جدید مطبوعات کے نقد و ذکر مین لندن سے شایع ہوتا ہی، ٹائمز کا ہفتہ وار علمی ضمیمہ شاید اکثر لوگون نے دیکھا ہوگا، جسمین ہر ہفتہ انگریزی مین جو کتابین شایع ہوتی ہین اُنکا تذکرہ اور ریویو ہوتا ہے، اول درجہ کی کتابون پر مفصل تنقید ہوتی ہے اور دوم درجہ کی کتابون کا مختصر تذکرہ ہوتا ہے، مصر کے بیسیون رسالے نظر سے گذرے لیکن کوئی رسالہ ایسا نہین دیکھا جسمین مطبوعات جدیدہ و مخطوطات یا سید العلم کی سرخی سے مہینہ کے تمام عربی مطبوعات کا ذکر نہو، اسوقت ہمارے سامنے

دمشق کا ایک رسالہ المقتبس رکہا ہے، اسکے صرف ایک نمبر مین ۹۳ کتابون اور رسالون پر ریویو ہے، آجکل ممالک متحدہ کی حکومت نے اپنی تعلیمی روداد بابت ۱۵ و ۱۹۱۶ء شایع کی ہے، اس مین اُردو کتابون کا ذکر جس قلت تعداد اور کم اہمیتی کے ساتھ کیا گیا ہے وہ اُردو کے دوستون کے لئے نہایت ہمت شکن ہے اسی کے پہلو بہ پہلو ہندی کتابون کی تعداد قابلِ رشک ہے،

ہندوستان مین ناشرین (پبلشر) اور مصنفین اُردو اپنی تصنیفات کو ذکر ونقد کے لئے اخبارات اور رسائل مین بھیجنے کے عادی نہین ہین، کیونکہ اگر اخبارات ورسائل مین ۲۵ نسخے بھی وہ تقسیم کرین تو ۱۵-۲۰ روپیون پر پانی پھر جاتا ہے، اور یہ وہ رقم ہے جسکے ضایع اور تلف ہونیکو باسانی گوارا نہین کیا جاسکتا اور گو اسکے مقابلہ مین انکو خریدارون کی دونی تعداد ہاتھ آجائے لیکن بہرحال اسراف ہی ہے

اب اُسکے نقصانات پر خیال کیجیے، ایک تو کتابین بکتی کم ہین، شاید ہی کوئی کتاب اُردو مین ۶۰۰ سے زاید چھپتی ہے اور وہ بھی سالہا سال مین نہین نکلتی، اس سے ناشرین اور مصنفین کو دوسری کتابون کے چھپوانے کی ہمت نہین ہوتی، دوسرے یہ کہ مصنفین کو اپنے عیب و ہنر کا علم نہین ہوتا کتابون کے قدر مراتب کی تفریق نہین کیجاسکتی، تیسرے یہ کہ تصنیف سے مقصود ملک کے خیالات کی اصلاح و توسیع ہے اور وہ اسلئے حاصل نہین ہوتی کہ کتابین ایک گوشہ سے چھپکر دوسرے گوشہ مین پڑجاتی ہین، ملک کو خبر بھی نہین ہوتی

معارف مین آغاز سے تقریظ وانتقاد اور مطبوعات جدیدہ کے عنوان قائم ہین اور کمتر کوئی نمبر ایسا ہوگا جسمین یہ فرض علمی ادا نہوا ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ اول درجہ کی کتابین ریویو کیلئے اس غرور سے نہین بھیجی جاتین کہ بہرحال اُنکی خریداری ریویو پر موقوف نہین پھر چند روپیون کا بھی خون کیون گوارا کیا جائے ؟ دوم اور سوم درجہ کی کتابین جو آتی ہین اُنکی مبالغہ آمیز مدح وستایش سے قلب حقیقت نہین کیا جاسکتا، اگر ہمارے ناشرین اور مصنفین ادھر التفات کرین تو معارف اتینیم نہین ٹائمز کا ضمیمہ علمی نہین، لیکن دمشق کا مقتبس تو ہوسکتا ہے،

مقالات

ارض القرآن

ارض القرآن کے نام سے جس کتاب کا اشتہار آپ ایک مدت سے پڑھ رہے تھے، وہ اب پریس سے نکل کر دفتر دار المصنفین سے شایع ہوگئی،

چونکہ اکثر صاحبون کو اس موضوع کی تفصیلی حالات سے واقفیت نہوگی، اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا دیباچہ بحذف واضافہ آپکے سامنے پیش کردیا جائے۔

آج مسلمانون کا وطن تمام دنیا ہے، تاہم مولد اسلام، موطنِ رسالت، مہبطِ قرآن دنیا کا صرف ایک ہی گوشہ ہے، (عرب) جسکو مادی زرخیزی کی محرومی نے اگرچہ "بن کھیتی کی زمین" وادی غیر ذی زرع کا خطاب دیا ہے، لیکن اُسکی روحانی سیر حاصلی کی فراوانی کا یہ عالم ہے کہ آج دنیا مین جہان بھی روحانی کھیتی کا کوئی سرسبز قطعہ موجود ہے اُسی کشت زار الٰہی کے آخری کسان کی تخم ریزی وآب سیری کا نتیجہ ہے،

اس مہبطِ وحی قرآنی اور موطنِ اول اسلام کی تقدیس اس بوڑھے پیغمبر (ابراہیم) کے نام سے ہے جس نے اپنے جوان بیٹے (اسماعیل) کے خون سے اس "بن کھیتی کی زمین" کو سیراب کرنا چاہا جسکی سیرابی گردن کے خون سے مقدر نہ تھی بلکہ دل کے خون سے تھی، جب دل کا خون اُسپر برسا تو یہ شور اور بے حاصل قطعہ حسب پیشگوئی سابق لہلہا اُٹھا،

ذالک مثلھم فی التورٰتہ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فآزرہ فاستغلظ فاستوٰے علٰے سوقہ یُعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار، (الفتح)

پیروان محمد کی مثال توراۃ وانجیل مین یہ ہے کہ وہ ایک کھیتی ہے جسکا ڈنٹھل نکلا، مضبوط ہوا، تنہ پر کھڑا ہوا کہ کاشتکار دیکھکر خوش ہون، کافر غمزدہ ہون،

اس زمین کے اکثر حصہ کی مادی شوری وبے حاصلی حکمت الٰہی کا مقتضا تھی کہ سلاطینِ عالم کے

دست حرص وہوس سے اس ارض مقدس کی عصمت مصئون رہے، اور دست انسانی کے تمدن
وصنعت کی سیاہی سے اُسکی لوح، سادہ وپاک وفطری تاکہ خود فطرۃ اللہ صرف اپنے حروف وخطوط سے
اسکی گلکاری کرسکے، اور خدا کا خزانہ جو اس کھنڈر مین دفن تھا پیغمبر مذہب فطری کے وجود تک محفوظ رہے،

تاریخ ارض القرآن

سرزمین قرآن (عرب) کی تاریخ جسقدر بعد القرآن یعنی بعد از اسلام روشن ہی اسی قدر قبل القرآن
یعنی قبل از اسلام تاریک ہے، قرآن مجید نے بر سبیل عبرت واظہار واقعہ ملک عرب کے متعدد اقوام واشخاص وانبیا کے
حالات مجملاً بیان کیے ہین، لیکن عرب کی قوم تصنیف وتالیف سے آشنا نہ تھی، اسلیے ان اقوام واشخاص
وقبائل ملک کے تاریخی، سیاسی، قومی، مذہبی اور جغرافی حالات کے بیان وتفصیل کی بنیاد مسلمان مصنفین نے
صرف بے احتیاطانہ زبانی روایات پر رکھی ہے لیکن اہل یورپ اُنکے مقابل یونانی ورومانی سیاحون
اور جغرافیہ نویسون کے تحریری بیانات، اور عرب کے آثار قدیمہ وکتبات پیش کرتے ہین جو تنہا زبانی
روایات سے ظاہر ہی کہ کہین صحیح تر ماخذ ہین، اس بنا پر اُنھون نے عرب قبل قرآن کی تاریخ کے متعلق
بالکل نیا عالم پیدا کردیا ہے جو اُنکی نظر سے علی الاکثر قرآن مجید کے بیان اور عرب کے زبانی روایات نے
عرب کی جو تصویر کھینچی ہے اُس سے مختلف ہی اور اسلیے انکو اس میدان مین اعتراضات کا بڑا جولانگاہ نظر آتا ہے،

اس تصنیف کا مقصد یہ ہی کہ بہ تطبیق معلومات قدیمہ وجدیدہ ارض قرآن (عرب) کے حالات مذکورہ
کی اس طرح تحقیق کیجاے کہ قرآن مجید کی صداقت اور معترضین کی لغزش علی الاعلان آشکارا ہوجائے اس
موضوع کی اہمیت وضرورت سے شاید کسی مسلمان کو انکار نہوگا، قرآن مجید مین عرب کے بیسیون اقوام
اور بلاد ومقامات کے نام ہین جنکی ہر قسم کی صحیح تاریخ سے نہ صرف عوام بلکہ علما تک ناواقف ہین اور
نہایت عجیب بات ہی کہ تیرہ سو برس مین ایک کتاب بھی مخصوص اس فن پر نہین لکھی گئی، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
ایک طرف خود مسلمانون کو ان حالات سے ناواقفیت رہی، اور دوسری طرف غیرون کو یعنی افسانہ Legend

کہنے کی جرأت ہوئی، تورات مین ہزارون اشخاص، اقوام، بلاد اور مقامات کے نام ہین جو تطاول زمانہ اور
تغیر السنہ کی بنا پر مجہول اور ناپدید ہوگئے ہین، لیکن علماے نصاریٰ کی ہمت سزاوار آفرین ہے کہ وہ
ارض تورات Land of Bible اور انسائیکلوپیڈیا آف بائبل کے ذریعہ سے ۳۰۰۰ ہزار برس کے
مردہ نام اپنی مسیحیت سے زندہ کررہے ہین،

قرآن مجید مین بیس تیس اقوام واشخاص سے زیادہ نہین، تاہم اُنکی تحقیق کیلیے مخصوص طور سے
کبھی کوشش نہین کیگئی، عموماً یہ مباحث تفسیر کے ضمن مین لکھے گئے یا تاریخ عمومی مین مقدمہ کے
طور پر مذکور ہوے، حالانکہ اسکی اہمیت، تخصیص وافراد کی محتاج تھی،

مقام عبرت ہی کہ ہماری مذہبی کتاب کی تحقیق وکاوش مین بھی غیر نہایت کوشش وجانفشانی سے
مصروف ہین، جرمن، فرنچ، اٹالین اور انگلش مستشرقین نے "تاریخ قبل اسلام" پر محققانہ کتابین لکھین ہین،
یونانی ورومانی تصنیفات سے جو عرب قبل اسلام کے حالات سے پُر ہین، انتخاب وخلاصہ کیا،
قرآن مجید نے جن اقوام وبلاد کا ذکر کیا ہے، اُنکے کھنڈرون کا مشاہدہ کیا، اُنکے کتبات کو حل کیا
اور اُنسے عجیب وغریب نتائج مستنبط کیے،

تاہم وہ مسلمان نہین، یہودی یا عیسائی ہین، اُنھون نے نہایت بیدردی سے قرآن کے
فوائد کو پامال کیا ہے، بعض متعصب مستشرقین نے ان معلومات کو غلط طور سے قرآن کی مخالفت
مین استعمال کیا ہے، اٹھارہوین صدی کے وسط مین ریونڈ فارسٹر Forater نے عرب کا
تاریخی جغرافیہ Historical Geography of Arab لکھا جسمین اُس نے اپنی عالمانہ جہالت کے
عجیب وغریب نمونے پیش کیے، جنکو پڑھکر ہنسی اور کبھی رونا آتا ہے، لیکن کیا کیجیے کہ ہماری
غفلت سے وہ قرآن کی صداقت تاریخی کا معیار ہے، بعض پادری قرآن کے تاریخی اغلاط کو
پیش کرتے ہین، لیکن انکو پیش کرتے وقت افسوس ہی کہ تورات جسکو وہ معیار صحت سمجھتے ہین بھول جاتے ہین،

نولڈیکی Noldki نے عمالقہ وعاد کی تحقیق مین ایک رسالہ لکھا ہے جسمین ثابت کیا ہی کہ یہ غیر تاریخی قومین ہین، ولکن A. Welkan اور رابرٹسن اسمتھ Robertosmith. عرب کے ادعاے نسب کا انکار کرتے ہین، عرب کے بعض اثری اکتشافات کی بنا پر بعض متعصب مصنفینِ یورپ بجرأت کہتے ہین کہ ”عرب قبل القرآن، عرب بعد القرآن سے ہزار درجہ بہتر تھا لیکن سینٹ ہیلیر ایک فرنچ مستشرق نے نہایت خوب جواب دیا ہے، کہ ”اگر یہ صحیح ہوتا تو قرآن، عام ابتدائی تعلیمات تمدن اور کم از کم محرمات نکاح کے بیان کی تکلیف گوارا نہ کرتا،

ان آثار قدیمہ کے اکتشاف نے ادیانِ عرب قبل اسلام کے معلومات مین نہایت سخت انقلاب پیدا کر دیا ہے، جن سے اسلام کے مناقب وفضائل کا نیا باب پیدا ہو گیا ہے،

بہر حال نہایت ضرورت تھی کہ ہمارے دشمن جن جدید معلومات کو ہماری مخالفت مین صرف کر رہے ہین، اُنسے اپنی موافقت کے پہلو پیدا کئے جائین،

عہد قدیم مین مخالفین کے اعتراضات کا نشانہ اعتقادیات تھے، لیکن اس عصر جدید مین جب ہمارے مخالفین عقائد اسلام کی مضبوطی کا امتحان کر چکے ہین، اُنھون نے یہان سے ہٹ کر تاریخ وتمدن کے میدان مین مورچے قائم کئے ہین، ضرورت ہی کہ جس طرح ایرانی ویہودی مورخین کے مقابلہ مین ابن حنیفہ دینوری المتوفی ۲۸۲ھ، ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ، اور ابن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ نے تاریخ اسلام وقرآن کی تحقیق وتطبیق مین کوشش کی، اس زمانہ مین جدید یورپین تاریخ کی تاریخ اسلام وقرآن سے تطبیق دیجاے، اور یورپین تاریخی تحقیقات واکتشافات کی غلطی کا پردہ چاک کیا جاے اور خود اُنھین کے کارخانون کے بنے ہوے ہتھیارون سے اُنکے حملون کا جواب دیا جاے،

ان وجوہ سے علاوہ کتب تفسیر، جغرافیہ اور تاریخ اسلامی کے جدید یورپین تصنیفات کا بھی حوالہ دینا پڑا، کہ آثار عتیقۂ عرب اور یونانی ورومانی تصنیفات کی دریافت کا جن سے قرآن کی ہر جگہ

تصدیق ہوتی ہے، کوئی اور ماخذ نہ تھا، یہ تمام کتابین انگریزی زبان کی ہین، جو یا اصلاً انگریزی زبان مین لکھی گئی ہین، یا جرمن اور فرنچ سے انگریزی مین ترجمہ ہوئی ہین،

ارض القرآن کے لئے تورات کی واقفیت نہایت ضروری تھی، تورات کے اُردو، فارسی، عربی اور انگریزی تراجم میرے پیش نظر تھے، لیکن نامون کے تلفظ اور فقرون کے ترجمہ مین اس کثرت سے ان مین اختلاف بلکہ تضاد نظر آیا کہ خود اصل عبرانی کی طرف توجہ کرنی پڑی، اور تین مہینے کی تعلیم مین اصل کی طرف مراجعت ایک حد تک آسان ہو گئی، سبا وحمیر کے کتبات بھی عبرانی خط مین شایع کئے گئے ہین، اور زبان بھی تقریباً مابین عربی وعبرانی ہے، یہ قلیل حرف شناسی اس مہم مین بھی کام آئی،

اقوام وبلاد کے صحیح مقامات کی تعیین کے لئے متعدد نقشون کی ضرورت تھی، اس فن مین باوجود بے بضاعتی کے اس خدمت کو نہایت محنت سے خود انجام دینا پڑا،

ان اجزا کی ترتیب مین پورے تین برس صرف ہوئے، لکھنؤ مین دفتر سیرۃ نبوی کا جب مین اسسٹنٹ تھا تو اس موضوع کا خیال آیا، بلکہ اصل مین سیرۃ نبوی کے دیباچہ ہی کے طور پر اسکے لکھنے کی تحریک ہوئی، لیکن جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا میدان زیادہ وسیع اور کشادہ نظر آتا گیا تا آنکہ یہ بالکل مستقل ایک شے بن گئی،

قرآن مجید مین جن ملکون، شہرون اور قومون کے نام یا حالات ہین، اُنکی دو قسمین ہین، ایک تو وہ جنکو اسی ارض مقدس سے تعلق ہی، اور جو اسی ارض مقدس مین واقع ہین، اور دوسرے وہ جو اس سے باہر ہین، اس حصہ کا تعلق سابق الذکر اقوام اور بلاد سے ہے، جغرافیہ کا حصہ تو اسمین مکمل ہے، عرب کی قومین تین مختلف خاندانون سے تعلق رکھتی ہین، ابتدائی سامی قومین جنکو عرب بائدہ کہتے ہین، اور بنو قحطان اور بنو اسماعیل، چاہئے تو یہ تھا کہ ان تینون خاندانون کے حالات ایک ہی حصہ مین ہوتے، لیکن ایک تو اس بنا پر کہ لکھنؤ کے پریس سے تعلقات کو منقطع کرنا تھا،

دوسرے اسلئے کہ اُسکی ضخامت بہت بڑھ جاتی، اور زیادہ تر اِسلئے کہ جس کاغذ پر یہ کتاب چھپنی شروع ہوئی تھی وہ بمشکل اور بہت گران قیمت کو مل سکتا تھا، اسلئے بنواسماعیل کا حصہ اس سے علیحدہ کر کے دوسری جلد کر دیگئی،

جن انگریزی کتابون اور مصنفون کے نام اسمین آئے ہین، ابتدا ہم نے چاہا تھا کہ اثنائے صفحات مین انگو رومن حرفون مین لکھدیا جائے، چنانچہ اسی تجویز کے مطابق کتابت اور چھپائی شروع ہوئی، لیکن بعد کو ثابت ہوا کہ صحیح اور خوبصورت طریقہ سے لیتھو مین یہ انجام پانا مشکل ہے ان دقتون کے سبب انگریزی نامون کو فارسی حروف مین بعینہ یا بترجمہ اور کہین صرف مصنف کے نام پر اکتفا کیا گیا، اور یہ قرار دیا کہ ٹائپ مین تصنیفات اور مصنفین کا نام چھپوا کر ملحق کر دیا جائیگا چنانچہ ایسا کیا گیا، لیکن وہ ابتک تیار ہو کر نہ مل سکا، اور اب صرف اسکے لئے کتاب کی اشاعت کو روکدینا مناسب نہ سمجھا گیا، چند مہینون کے بعد جب دوسری جلد شایع ہوگی تو یہ فہرست ملحق کر دیجائیگی، کتاب مین حسب دستور رائج مطبع کی غلطیان کم نہین ہین حالانکہ پروف دیکھنے مین کمی نہین کی گئی،

اُردو مین یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی ہے، اور اگر سرسید کی خطبات احمدیہ کے بعض خطبون کو اس موضوع کے اندر داخل کر لیا جائے تو دوسری ہوگی، تاہم مجھے اعتراف ہے کہ اُسکو اس سے بہتر طریقہ سے انجام پانا تھا، لیکن سعدی کی رائے بھی سُن لینا چاہیئے،

کار دنیا کسے تمام نکرد

تصوّراتِ کلیہ

گذشتہ معروضات کے بعد حسب وعدہ، برکلے کی مشہور اور معرکۃ الارا کتاب مبادی علم انسانی کا (جس مین اُسنے ثابت کیا ہے، کہ ذہن یا نفس سے باہر کسی مادی کائنات کا مطلق وجود نہین) مقدمہ پیشکش ہے۔ چونکہ فلسفہ کے کثیر التعداد مسائل کی بنیاد **کلیات یا مجردات** پر ہے، اور **برکلے** کے نزدیک کلیات کے وجود ذہنی کا عالمگیر اعتقاد ہی حقیقت رسی کی راہ کی سنگین دیوار ہے، خود وجود مادہ، کا عقیدہ، کلیات ومجردات ہی کے غلط عقیدہ کا نتیجہ ہے، اسلیے اُسنے اس مقدمہ مین پوری قوت وتفصیل کے ساتھ اس کا ابطال کیا ہے۔

برکلے پر ایک مستقل کتاب راقم ہذا کے زیر تحریر اور قریباً ختم ہے، جس مین اصل کتاب مبادی علم انسانی بھی شامل ہوگی۔ اس **مقدمہ** کو اُسکے نمونہ اور مقالہ تصورات کلیہ (جو پچھلے نمبر مین شائع ہو چکا ہی) کے تتمہ کے طور پر ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

۱۔ چونکہ **فلسفہ** نام ہی ہے، عقلیات وحقائق کے مطالعہ کا، اِس بنا پر بجا طور سے یہ توقع کیجاسکتی ہے کہ جن لوگون نے اپنی عمر اور محنت کا بیشتر حصہ اسمین صرف کیا ہی اُنکے نفس کو زیادہ سکون اور طمانیت میسّر ہوگی، اُن کا علم زیادہ روشن اور جلی ہوگا، اور دوسرون کی بہ نسبت اُنکو شکوک اور مشکلات سے بہت کم پریشان ہونا پڑتا ہوگا۔ لیکن واقعہ یہ ہے، کہ جاہل اور معمولی سمجھ کے آدمی، جو راستے گلی مین چلتے پھرتے نظر آتے ہین، اور جنکی زندگی احکام فطرت کے ماتحت ہے، وہ بہت زیادہ مطمئن اور دماغی انتشار سے آزاد ہوتے ہین، ان کو روزمرّہ کی چیزون مین کوئی شے ناقابل توجیہ اور عسیر الفہم نہین معلوم ہوتی، اُن کو اپنے حواس کی شہادت مین کسی قسم کے نقص کی کبھی کوئی شکایت نہین ہوتی، اور اسلیے وہ تشکیک کے تمام خطرات سے محفوظ رہتے ہین۔ لیکن جیسے ہی حسی اور طبعی میلانات کی رہنمائی

سے الگ ہوکر کسی برتر اصول، یعنی عقل کی روشنی مین ہم چیزون کی ماہیت کا مطالعہ شروع کرتے ہین، تو جن چیزون کی نسبت خیال تھا، کہ اچھی طرح سمجھی ہوئی ہین، انکی بابت ذہن مین ہزارون شبہات و توہمات پیدا ہوجاتے ہین۔ حواس کی لغزشین اور خطائین ہر جانب سے بے نقاب نظر آنے لگتی ہین، اور جب عقل و قیاس سے اِن حواسی لغزشون کی ہم تصیحح کی کوشش کرتے، تو نادانستہ طرح طرح کی دشواریون اور تناقضات مین مبتلا ہوجاتے ہین، اور جس نسبت سے غور و تامل بڑھتا جاتا ہے اسی نسبت سے اِن دشواریون مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، یہانتک، کہ آخر کار ان پیچیدہ حیرانیون مین سرگردانی کے بعد اپنے کو وہین پاتے ہین، جہان تھے، یا اُس سے بھی بدتر مین، اور ناچار تشکیک کے دامن مین پناہ لیتے ہین۔

۲- اسکا سبب یا تو یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ جن چیزون کی حقیقت تک ہم پہنچنا چاہتے ہین، وہ فی نفسہ نہایت پیچیدہ ہین، یا پھر یہ کہ ہماری سمجھ کا قصور ہے، اور وہ فطرتاً حقائق رسی کے ناقابل خیال کیا جاتا ہے، کہ ہمارے پاس قوتین بہت کم ہین، اور جو کچھ ہین اُن سے فطرت کا منشا محض زندگی کی حفاظت اور مسرت ہے، نہ کہ چیزون کی ساخت اور کنہ کا انکشاف۔ اسکے علاوہ چونکہ انسانی عقل محدود ہے، اسلیے جب وہ ایسی چیزون سے بحث کرتا ہے، جو کسی نہ کسی حیثیت سے ناقابل تحدید ہین، تو کچھ تعجب کی بات نہین کہ ایسے مستحیلات و متناقضات مین پھنس جاتا ہے، جن سے رہائی ناممکن ہوجاتی ہے، کیونکہ نامحدود شے کی حقیقت ہی مین یہ داخل ہے، کہ محدود شے کی گرفت فہم مین نہ آسکے

۳- لیکن شاید اپنی ذات کے ساتھ یہ نہایت نامنصفانہ طرفداری ہوگی کہ قویٰ کے غلط استعمال کے بجائے سارا الزام اُنکے نقص و ضعف کے سر تھوپ دیا جائے۔ کیونکہ یہ ماننا نہایت مشکل ہے کہ اگر صحیح اصول سے ٹھیک نتائج نکالے جائین، تو وہ کبھی بھی ایسے عواقب تک منتہی ہونگے جنکا اثبات اور باہمی تطابق ناممکن ہو۔ ہمکو یقین کرنا چاہیے کہ بنی نوع انسان کے ساتھ خدا کا سلوک

اِس سے بہت زیادہ فیاضانہ ہے، کہ وہ ہمارے اندر ایسی چیزون کے علم و انکشاف کی قوی خواہش پیدا کردے، جو ہماری پہنچ سے باہر ہین۔ ایسا کرنا عادت خداوندی کے سراسر خلاف تھا، کیونکہ وہ جب اپنی مخلوقات مین کوئی خواہش ودیعت کرتا ہے، تو ساتھ ہی اُسکے استیفا اور تسکین بخشی کے وسائل بھی مہیا کردیتا ہے، جنکا اگر صحیح استعمال کیا جائے، تو کبھی ناکامی نہین ہوسکتی۔ بہ حیثیت مجموعی مین یہ خیال کرنے پر مجبور ہون، کہ اگر سب نہین، تو بہت بڑا حصہ اُن مشکلات کا، جو اب تک فلاسفہ کا سنگ راہ رہی ہین، خود ہمارا زائیدہ ہے۔ پہلے ہمنے گرد و غبار کا طوفان اٹھا دیا پھر شکایت کرتے ہین، کہ کچھ دکھائی نہین دیتا۔

۴- لہذا میرا اصلی کام یہ ہے، کہ سب سے پہلے اُن اصولی باتون کو معلوم کرنے کی کوشش کرون، جنھون نے یہ سارا اشتباہ اور بے تعینی پھیلا رکھی ہے، اور جو فلسفہ کے مختلف مذاہب مین موجب تناقض ہین، یہانتک، کہ عاقل ترین انسانون نے بھی یہ فیصلہ کرلیا ہے، کہ ہماری قوتون کی خلقی بلادت اور محدودیت کی وجہ سے ہمارا جہل ہمیشہ کے لیے ناقابل علاج ہے۔ پس **علم انسانی کے مبادی اولیہ** کی تحقیق اور ہر پہلو سے انکی چھان بین یقیناً ایک ایسا کام ہے، جو ہماری محنت اور جانفشانی کا پورا پورا حقدار ہے، خصوصاً جب یہ سمجھنے کے کافی وجوہ موجود ہین، کہ وہ مشکلات و عوائق جو حقیقت جوئی کی راہ مین حائل اور ذہن کے لیے باعث پراگندگی ہین، ان کا منشا خود چیزون کی تعقید و تاریکی یا ہمارا نقص فہم اتنا نہین ہے، جتنا وہ **غلط اصول** جن پر ہم اڑے ہین، اور جن سے رہائی حاصل کیجا سکتی ہے

۵- یہ خیال کرکے کہ ہم سے پہلے بہت سے بڑے بڑے لوگ اور غیر معمولی ذہن و دماغ کے آدمی، اس باب مین ناکام رہے ہین، ہمارا تہیہ اور پیش نہاد نہایت مشکل اور ہمت شکن نظر آنے لگتا ہے، تاہم مین بالکل مایوس نہین، کیونکہ ہر برترین رائے کا ہمیشہ صائب ترین ہونا ضروری نہین ساتھ ہی ایک شخص جو قصیر النظر ہے چیزون کو زیادہ نزدیک کرکے دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے، اور بہت ممکن ہے

کہ وہ اس قریبی ملاحظہ و معائنہ سے، اُس شے کو دیکھ لے، جو پیشتر نگاہ سے بچ گئی۔

۶- آیندہ مباحث کو آسان اور قریب الفہم بنانے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمہیداً کچھ زبان کی ماہیت اور اُس کے سوء استعمال کی نسبت بیان کر دیا جاے، لیکن اسکی توضیح مین اپنے اصل مبحث کو کسی قدر پیچھے ہٹا دینا پڑتا ہے، اور پہلے ہم اُس شے کا ذکر کرتے ہین، جو علی العموم نظر و فکر کی تشویش و پیچیدگی کا ایک خاص اور بڑا سبب رہی ہے۔ وہ یہ اعتقاد ہے، کہ ذہن کو ایک ایسی قوت حاصل ہے، جسکے ذریعہ سے وہ اپنے اندر اشیار کا تصور مجرد قائم کر سکتا ہے۔ جو شخص فلاسفہ کے نوشتجات اور منازعات سے ناواقف محض نہین ہے، وہ قطعاً اعتراف کریگا، کہ ان کا ایک بڑا حصّہ انہی تصورات مجردہ سے متعلق ہوتا ہے۔ زیادہ خصوصیت کے ساتھ یہ اُن علوم کا موضوع بحث خیال کیے جاتے ہین، جنکو ہم منطق، مابعد الطبعیات یا علم عالی سے تعبیر کرتے ہین جسمین بہ مشکل کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا مل سکے گا، جو تصورات مجردہ کے وجود ذہنی کے فرض و تسلیم پر مبنی نہ ہو۔

۷- اتنا سب مانتے ہین، کہ چیزون کے صفات اور کیفیات خارج مین ایک دوسرے سے الگ اور قائم بالذات نہین پائے جاتے، بلکہ سب کے سب کسی ایک شے مین ملے جلے اور خلط ملط ہوتے ہین لیکن یہ کہا جاتا ہے، کہ ذہن مین اسکی قابلیت ہے کہ وہ ہر ایک صفت کو باقی تمام دوسری صفتون سے، جنکے ساتھ وہ خارج مین مخلوط ہے، جدا کر کے مجرد طور پر ملحوظ رکھ سکتا ہے، اور اس طریقہ سے اپنے ضروریات کے لیے تصورات مجردہ پیدا کر لیتا ہے۔ مثلاً تم ایک چیز ممتد، رنگین اور متحرک دیکھتے ہو، اب ذہن اس مخلوط اور مرکب تصور کو بسیط اجزائے ترکیبی مین تحلیل کر کے، اور ہر ایک کو بجائے خود دوسرون سے الگ کر کے، امتداد، رنگ اور حرکت کا علیحدہ علیحدہ تصور مجرد قائم کر لیتا ہے۔ یہ مطلب نہین، کہ رنگ یا حرکت کا وجود فی الواقع بے امتداد کے ممکن ہے، بلکہ مقصد صرف اتنا ہے، کہ ذہن خود اپنے اندر عمل تجرید کے ذریعہ سے رنگ کا تصور امتداد سے اور حرکت کا تصور رنگ امتداد دونون سے جدا کر کے منفصل طور پر قائم کر سکتا ہے۔

۸- تجرید کی ایک دوسری صورت یہ ہے، کہ خاص خاص جزئی امتدادات مین، جنکا حواس کی وساطت سے علم ہوتا ہے، ایک تو ایسی مشترک قدر نکلتی ہے، جو تمام افراد مین یکسان طور پر موجود ہے اور دوسری مختص جو ان افراد کو باہم ایک دوسرے سے ممتاز بناتی ہے، اب ذہن بجاے خود اُس قدر مشترک کو الگ لیکر نفس امتداد کا ایک ایسا وسیع اور مجرد تصور بنا لیتا ہے، جو نہ خط ہوتا ہے، نہ سطح نہ کوئی ٹھوس شے اور نہ کوئی مخصوص شکل و مقدار، بلکہ ایک ایسا مفہوم، جو ان سب کو حاوی ہے۔ اسی طرح رنگ کے خصوصیات محسوسہ سے قطع نظر کر کے، جو مختلف رنگون کے باہمی امتیاز کا باعث ہین۔ صرف قدر مشترک کو پیش نظر رکھکر ذہن نفس رنگ کا ایک ایسا تصور مجرد باندھ لیتا ہے، جو نہ سرخ ہوتا ہے، نہ نیلا، نہ کوئی اور متعین رنگ۔ پھر اسی طرح حرکت کو نہ صرف جسم متحرک بلکہ خود اُس شکل سے، جو یہ حرکت پیدا کرتی ہے نیز تمام جہات جزئیہ اور مراتب سرعت و بطوء سے مجرد کر کے خالص حرکت کا ذہن ایک ایسا تصور اخذ کر لیتا ہے، جو تمام محسوس جزئیات حرکت کو شامل ہوتا ہے۔

۹- جسطرح ذہن مین اس کا ملکہ ہے، کہ وہ صفات و کیفیات کو الگ الگ کر کے ہر ایک کا علیحدہ ایک تصور مجرد حاصل کر لیتا ہے، اسی طرح وہ ذہنی ترکیب یا تحلیل سے، ایسی کثیر الاجزا چیزونکے بھی تصورات مجردہ پیدا کر لیتا ہے، جنمین کئی کئی صفات مشترک ہین۔ مثلاً تم زید، عمر، بکر وغیرہ کو دیکھتے ہو کہ وہ شکل و صورت کے بعض خصوصیات مین ایک دوسرے سے مشابہ ہین، اب ذہن صرف اُس مشترک اور مشابہ حصہ کو لے لیتا ہے، جو سب مین یکسانیت کے ساتھ موجود ہے، باقی تمام ان احوال و کوائف سے قطع نظر کر لیتا ہے جن سے انفرادی تخصیص و تعین پیدا ہوتا ہے۔ اسطرح کہا جاتا ہے، کہ ہم انسان یا دوسرے لفظون مین انسانیت یا ماہیت انسان کا تصور مجرد حاصل کرتے ہین۔ یہ بالکل سچ ہے کہ انسانیت کے اِس تصور مجرد مین رنگ شامل ہے، کیونکہ کوئی آدمی بے رنگ نہین ہو سکتا

لیکن یہ رنگ نہ سفید ہے، نہ سیاہ، نہ کوئی اور مخصوص رنگ، کیونکہ کوئی ایک خاص رنگ ایسا ہے ہی
نہین، جو تمام انسانون مین مشترک ہو، علیٰ ہذا انسانیت کے اس تصور مجرد مین قد وقامت بھی شامل
ہے، لیکن نہ یہ دراز ہے، نہ کوتاہ، بلکہ ایک ایسا قد وقامت جو ان سب سے منزہ ہے۔ یہی حال باقی
صفات وکیفیات کا بھی ہے۔ اِس سے آگے بڑھو، تو ایک اور کثیرالانواع مخلوق ملتی ہے، جو سب
نہین لیکن بعض حیثیات سے انسان سے مشابہ ہے، اب ذہن ان چیزون کو تو چھوڑ دیتا ہے، جو
انسان کے ساتھ مختص ہین، اور صرف اُن چیزون کو لیکر، جو تمام جاندارون مین مساوی طور پر پائی
جاتی ہین، حیوان مطلق کا تصور پیدا کر لیتا ہے، جو نہ تنہا تمام افراد انسان سے، بلکہ چرند پرند حشرات الارض
اور مچھلیون وغیرہ کے لاتعداد اور گونا گون اصناف سے مجرد ہوتا ہے۔ اس تصور حیوان کے اجزائے ترکیبی
یہ ہین: جسم، زندگی احساس اور حرکتِ ارادی۔ جسم سے مراد کسی خاص شکل وصورت کا جسم نہین ہے
کیونکہ تمام حیوانات کسی ایک خاص شکل وصورت کے نہین ہین، نہ اس جسم کے لیے بال، پر یا فلس
وغیرہ سے مستور یا برہنہ ہونے کی قید ہے، کیونکہ یہ چیزین خاص خاص جانورون کے امتیازی لوازم
ہین، اسلیے تصور مجرد کے مرتبہ مین نظر انداز ہو جاتے ہین۔ اسی طرح حرکت ارادی مین بھی چلنے، اڑنے
یا رینگنے کی گو تخصیص نہین، لیکن باوجود ان سب قیود سے معرّا ہونے کے ہے یہ حرکت ہی، البتہ
یہ تصور کرنا آسان نہین، کہ کیسی حرکت ہے۔

۱۰- اور لوگ تجرید تصورات کی یہ حیرت انگیز قوت رکھتے ہین، یا نہین اِسکو وہی زیادہ
بہتر جان اور بتلا سکتے ہین۔ البتہ اپنی نسبت یہ کہسکتا ہون، کہ ایک ایسی قوت ضرور ہے، جس کے
ذریعہ سے اُن خاص خاص جزئی چیزون کا تخیل کر سکتا ہون، جو کبھی احساس کی وساطت سے
علم مین آچکی ہین نیز ان کو مختلف صورتون مین ذہن کے اندر تحلیل وترکیب دے سکتا ہون
یعنی ایک ایسے آدمی کا تخیل کر سکتا ہون، جسکے دو سر ہون، یا اوپر کا حصہ آدمی کا ہو باقی دھڑ گھوڑے کا

ناک، آنکھ، ہاتھ وغیرہ ہر ایک کو باقی سارے جسم سے منفصل اور بالکل الگ بھی تصور کر سکتا ہون،
لیکن اس ہاتھ یا آنکھ کے لیے کسی مخصوص شکل اور رنگ کا ہونا ضروری ہے، اسیطرح انسان کا جو تصور
مین قائم کرتا ہون، اسکو بھی سفید، سیاہ، گندمی، مستقیم، منحنی، لمبا، بانٹھا، میانہ کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے
مین اُس عجیب تصور مجرد کے حاصل کرنے مین، جسکی اوپر تشریح ہو چکی ہے، شدید سے شدید
ذہنی مشقت کے باوجود بھی نہین کامیاب ہو سکتا۔ بالکل ایسا ہی یہ بھی میرے لیے ناممکن ہے،
کہ حرکت کا کوئی ایسا تصور مجرد پیدا کر سکون، جو جسم متحرک سے الگ ہو، اور جو نہ تیز ہو، نہ سست،
نہ سیدھی، نہ ٹیڑھی، باقی اور دوسرے مجرد اور کلی تصورات کے بارے مین بھی بعینہ یہی حال ہے،
ہان بات کو زیادہ صاف کر دینے کے لیے، اتنا تسلیم کرتا ہون کہ ایک معنی مین مین بھی تجرید کی قابلیت
رکھتا ہون، وہ یہ کہ ایسے اجزا یا صفات کا ایک دوسرے علیحدہ تصور کر سکتا ہون جو گو خارج مین متحد
ہی ہو کر پائے جاتے ہین، تاہم ان کا الگ الگ موجود ہونا ممکن نہین ہے، لیکن مین اِس امر کا قطعی
منکر ہون، کہ ایسے صفات کا ایک دوسرے سے منفصل تصور کر سکتا ہون، جنکا واقعتاً خارج مین
انفصالی وجود ناممکن ہے۔ یا یہ کہ مین افراد جزئیہ سے، وہ کلی تصور اخذ کر سکتا ہون، جسکا اوپر بیان
ہوا۔ اور یہی دو، موخرالذکر تجرید کی صحیح صورتین ہین۔ یہ سمجھنے کے وجوہ موجود ہین، کہ اکثر آدمی اعتراف
کرین گے، کہ اس باب مین میرا ہی جیسا، انکا بھی حال ہے۔ انسانون کا وہ سواد اعظم، جو نہایت سادہ
اور بے پڑھا لکھا ہے، کبھی تجرید تصورات کا دعویٰ نہین کرتا، ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے، کہ
مجردات کا تصور دشوار ہے، بلا محنت شاقہ اور مطالعہ کے نہین حاصل ہو سکتا، لہذا ہم بجا طور پر یہ
نتیجہ نکال سکتے ہین، کہ اگر ایسے تصورات کا وجود ہے، تو وہ اعلےٰ تعلیم کے ذہنون تک محدود ہے،

۱۱- اب مین اُن دلائل کی جانچ شروع کرتا ہون، جو نظریۂ تجرید کی حمایت مین پیش کیے
جا سکتے ہین، ساتھی ان اسباب کے معلوم کرنے کی سعی کرون گا، جو بڑے سے بڑے ارباب فکر کو ایک

ایسی بعید از فہم رائے کے قبول کرنے پر مائل کرتے ہین۔ یہ سمجھکر کہ انسانی اور حیوانی فہم کا وسیع ترین
اختلاف ان ہی مجرد اور کلی تصورات پر مبنی ہے، ایک مستحق عظمت مرحوم فلسفی[لہ] نے، ان کو بہت زیادہ
اہمیت دی ہے، وہ کہتا ہے "تصور کلی ہی انسان اور حیوان کے مابین کامل امتیاز کا منشا ہے، اور
ایسا تفوق ہے جسکو حیوانی قوی کسی طرح نہین حاصل کر سکتے، کیونکہ ان مین تصورات کلیہ کے لیے کلی علامتون
کے استعمال کا مطلقاً پتہ نہین چلتا، جس سے معقول طور پر ہم یہ خیال کر سکتے ہین، کہ وہ تجرید یا کلیات
سازی کی قابلیت ہی نہین رکھتے، کیونکہ نہ تو وہ الفاظ ہی کا استعمال کرتے ہین، نہ کسی اور قسم کی عمومی
علامتون کا" ذرا آگے چلکر پھر کہتا ہے "اسی بنا پر مین یہ خیال کرتا ہون، کہ یہی وہ چیز ہے جو حیوانات کی
سرحد کو انسان سے الگ کر دیتی ہے، اور یہی وہ خاص فرق ہے، جو انکو بالکل ایک دوسرے
سے جدا کر دیتا ہے، اور بالآخر اتنا وسیع بُعد اور فصل قائم ہو جاتا ہے۔ اگر حیوانات محض ایک کل نہین
ہین، اور انکے ذہن مین کسی طرح کے تصورات پیدا ہوتے ہین، تو ہم اس کا انکار نہین کر سکتے، کہ
وہ کچھ نہ کچھ عقل بھی رکھتے ہین، میرے نزدیک جس طرح یہ عیان ہے، کہ حیوانات حس رکھتے ہین،
اسی طرح یہ بھی مشتبہ نہین ہے، کہ ان مین سے بعض کے اندر خاص خاص مثالون مین فکر و استدلال
کا بھی سراغ لگتا ہے، لیکن ان کا یہ فکر و استدلال محض تصورات جزئی تک محدود ہے، برترین حیوانات
بھی ان تنگ حدود سے آگے قدم نہین بڑھا سکتے" (امتحان فہم انسانی، کتاب ۲۔ باب ۲۔ بند ۱۰
اور ۱۱) مجکو اس بارے مین اس عالم مصنف سے بالکل اتفاق ہے، کہ حیوانی قوی کسی طرح عمل تجرید
کی صلاحیت نہین رکھتے، لیکن اگر یہی کمی حیوانات کی خصوصیت ممیزہ ہے، تو مجکو اندیشہ ہے کہ انسانون
کی بہت بڑی تعداد کو بھی انہی مین شمار کرنا پڑیگا، حیوانات کے مجرد اور کلی تصورات نہ رکھنے پر جو
دلیل یہان قائم کی گئی ہے، وہ یہ ہے، کہ ہم ان مین الفاظ یا کسی اور قسم کی عمومی علامتون کا استعمال
نہین پاتے، جو اس فرض پر مبنی ہے، کہ الفاظ کا استعمال تصورات کلیہ کی موجودگی پر دلیل ہے، جس سے

یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ انسان، جو کوئی نہ کوئی زبان بولتا ہے، اپنے تصورات مین تجرید و تعمیم پیدا کر سکتا ہے
یہ امر کہ مصنف کے استدلال کا یہی منشا اور ماحصل ہے، ایک دوسرے موقع پر زیادہ واضح ہو جاتا ہے
جہان وہ ایک سوال کا جواب دیتا ہے "جبکہ تمام موجودات جزئی ہین تو ہم کلی الفاظ تک کیونکر پہنچتے
ہین؟" جواب یہ ہے "الفاظ کلی اسلیے پیدا ہو جاتے ہین، کہ وہ تصورات کلی کی علامت ہوتے ہین،
(امتحان فہم انسانی، کتاب ۳، باب ۳، بند ۶) لیکن حقیقت یہ ہے، کہ لفظ مین عموم اور کلیت اسلیے
نہین آتی، کہ وہ مجرد اور کلی تصور کی علامت ہوتا ہے، بلکہ اسلیے کہ وہ بہت سے جزئی تصورات
پر دلالت کرتا ہے، جنمین سے بلا تخصیص، وہ کسی ایک کی جانب ذہن کو متوجہ کر سکتا ہے، مثلاً جب
یہ کہا جاتا ہے کہ حرکت کا تغیر قوت کے دباؤ کے مناسب ہوتا ہے، یا جس چیز مین امتداد ہے
وہ قابل تقسیم ہے، تو اس مین شک نہین، کہ ان قضایا سے عام حرکت و امتداد مفہوم ہوتا ہے، تاہم اس سے
یہ نتیجہ نہین نکالا جا سکتا، کہ ان سے ہمارے ذہن مین ایک ایسی حرکت کا تصور پیدا ہوتا ہے، جو جسم متحرک
سے الگ یا خاص جہت اور درجہ سرعت و بطوء کے بغیر ہو، نہ یہ ضرور ہے کہ کسی ایسے مجرد اور کلی امتداد کا
تخیل قائم کیا جائے، جو نہ خط ہو، نہ سطح، نہ جسم، نہ بڑا، نہ چھوٹا، نہ سیاہ، نہ سفید، نہ سرخ، نہ کسی اور خاص
رنگ کا۔ مطلب صرف اس قدر ہوتا ہے، کہ حرکت کا جو سا تصور جزئی بھی ہم لین، خواہ سریع ہو یا بطی،
عمودی ہو یا انحرافی، اور چاہے جس شے مین ہو، ہمارا مذکورۂ بالا اصول موضوعہ ہر حال مین صحیح اور
قائم رہے گا، جیسا کہ دوسرا حکم ہر جزئی امتداد کے لیے ثابت ہے، خواہ وہ خط ہو یا سطح یا کوئی مجسم شے،
خواہ اسکی شکل و مقدار یہ ہو، یا وہ۔

۱۲ پہلے اسپر غور کرنا چاہیے، کہ تصورات مین تعمیم اور کلیت کیونکر پیدا ہوتی ہے، پھر زیادہ
بہتر طریقہ سے ہم فیصلہ کر سکتے ہین، کہ کلی الفاظ کس طرح بنتے ہین۔ اس موقع پر یہ بات پیش خاطر رکھنی
چاہیے، کہ مین مطلقاً تصورات کلیہ کے وجود کا منکر نہین ہون، بلکہ صرف کلیات مجردہ کو تسلیم نہین کرتا،

کیونکہ ہم نے جو اقتباسات درج کئے ہین، اور جن مین تصورات کلیہ کا ذکر ہے، وہ تمام تر اسی عمل تجرید کے
فرض پر مبنی ہین، جسکا بیان آٹھوین اور نوین "بند" مین گذر چکا ہے۔ اب اگر ہم اپنے لفظون کو بامعنی
بنانا چاہتے ہین، اور صرف ایسے لفظ بولنا چاہتے ہین، جنسے ذہن مین کوئی نہ کوئی تصور پیدا ہو، تو مجکو
یقین ہے کہ اسی بات کا ہمکو اقرار کرنا پڑیگا، کہ جو تصور بجاے خود جزئی ہے، اسی مین جب اپنے
تمام ہم صنف جزئی تصورات کی نمائندگی اور قائمقامی کی حیثیت کا اضافہ کردیا جائے، تو کلی بنجاتا
ہے۔ مثال کے ذریعہ سے اسکو زیادہ صاف طور پر یون سمجھو، کہ ایک ہندسہ دان جب خط کو دو
برابر حصون مین تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو تمثیلاً ایک انچ کا ایک سیاہ خط کھینچتا ہے۔ یہ اگرچہ اپنی جگہ پر
ایک جزئی خط ہوتا ہے، لیکن معنیً عام اور کلی ہوتا ہے، کیونکہ یہ اس موقع پر بہ حیثیت استعمال تمام
ممکن الوجود جزئی خطوط کو نیابتاً شامل ہے۔ اسی بنا پر جو کچھ اسکے لیے ثابت کیا جاتا ہے، وہ
تمام خطوط کے لیے ثابت ہوجاتا ہے، یا دوسرے لفظون مین یون کہو، کہ کلی خط کے لیے ثابت
ہوجاتا ہے۔ اور جس طرح یہ جزئی خط بہ لحاظ علامت یا نمائندگی کے کلی ہوجاتا ہے، اسیطرح خود لفظ
خط، جو یون تو جزئی ہے، لیکن علامتاً کلی بنالیا گیا ہے۔ اور جسطرح اول الذکر کی کلیت کا مدار اسپر نہین ہے کہ
وہ ایک مجرد یا کلی خط کا قائم مقام ہے، بلکہ اسپر کہ تمام ممکن الوجود جزئی خطوط مستقیمہ کا نمائندہ ہے، اسیطرح ثانی الذکر
کی کلیت کو بھی ان مختلف جزئی خطوط سے ماخوذ سمجھنا چاہیے، جنپر یہ بلاتخصیص دلالت کرتا ہے۔

۱۳۔ تصورات مجردہ کی ماہیت اور ان کے ناگزیر استعمالات کی مزید توضیح کے لیے
مین "امتحان فہم انسانی" سے ایک اقتباس اور درج کرتا ہون وہ یہ ہے کہ "بچون اور غیر مشاق
ذہنون کے لیے، تصورات مجردہ کا سمجھنا یا اخذ کرنا، اتنا صاف اور سہل نہین جتنا تصورات جزئیہ کا
کا۔ اگرچہ بالغ العمر لوگون کو آسان معلوم ہوتے ہین، تو اسکی وجہ محض مستمر اور مانوس استعمال ہے
کیونکہ اگر ہم زیادہ دقت نظری سے سوچین، تو معلوم ہوگا، کہ تصورات کلیہ ایک طرح کے ذہنی مفروضات

اور اختراعات ہین جنکی حقیقت ہی مین پیچیدگی داخل ہے۔ مثال کے لیے ایک مثلث ہی کو لو (جو
بہت زیادہ وسیع، مجرد، اور عسیر الفہم نہین ہے) تو کیا اس کا تصورِ کلی قائم کرنا ایک سخت دقت طلب
کام نہین ہے، کیونکہ اسکے کلی ہونے کے معنی یہ ہین، کہ نہ تو یہ منفرج الزاویہ ہو، نہ حاد الزاویہ اور
نہ قائم الزاویہ، نہ مساوی الاضلاع، نہ مساوی الساقین، اور نہ مختلف الاضلاع، بلکہ ایک ہی وقت
مین سب کچھ ہو، اور کچھ نہ ہو؟ لازماً یہ ایک ناتمام شے ہے، جو کسی طرح ممکن الوجود نہین، یعنی ایک
ایسا تصور ہے، جس مین کئی مختلف اور متناقض تصورات کے اجزا یکجا کردیئے گئے ہین، یہ بالکل
سچ ہے، کہ ذہن اپنی اس ناقص حالت مین، اس قسم کے تصورات کا محتاج ہے، اور افہام و تفہیم
کی آسانی اور علم کی توسیع کے لیے جو دونون اسکی فطری طلب ہین، انکو نہایت جلد بازی کے ساتھ
قبول کرلیتا ہے، لیکن باینہمہ ایک شخص معقولیت کے ساتھ شبہہ کرسکتا ہے، کہ ایسے تصورات
واقعتہً ہمارے نقص ذہن کی نشانی ہین۔ بہرکیف کم سے کم اتنا ظاہر کردینا ضرور ہے، کہ اکثر مجرد
اور کلی تصورات ایسے نہین ہین، جنکو اول ہی اول اور زیادہ سہولت سے ذہن اخذ کرلے، نہ
اُس کا ابتدائی علم ان سے مانوس ہوتا ہے۔" (کتاب ۱، باب ۷، بند ۹) اب اگر کوئی شخص اپنے
ذہن مین ایسے مثلث کا تصور قائم کرسکتا ہے جسکا اوپر ذکر ہوا، تو اس سے نزاع اور حجت کرکے بازی لیجانیکا خیال
فضول ہے اور نہ مین اسمین پڑنا چاہتا ہون، مین جو کچھ چاہتا ہون، وہ صرف یہ ہے کہ اس کتاب کا پڑھنے والا پوری طرح اور یقین کیساتھ
اپنے کو یہ معلوم کراسکتا ہے کہ وہ اس قسم کا تصور رکھتا ہے یا نہین، اور میرے خیال مین یہ کسی کے لیے بھی کوئی دشوار
کام نہین۔ اس سے زیادہ کون سا کام آسان ہوسکتا ہے کہ آدمی تھوڑی دیر خود اپنے افکار پر غور کرے، اور پتہ
لگانیکی کوشش کرے کہ اسکے ذہن مین کوئی ایسا تصور ہے یا پیدا کیا جاسکتا ہے، جو مثلث کلی کی توضیحات و خصوصیات بالا
کا مصداق ہو یعنی جو نہ قائم الزاویہ ہو نہ غیر قائم الزاویہ، نہ مساوی الاضلاع، نہ مساوی الساقین اور نہ مختلف الاضلاع
بلکہ بہ آن واحد سب کچھ ہو اور کچھ نہ ہو۔

"عباری"

فنون لطیفہ

(۳)

مترجمہ مرزا احسان احمد بی اے

فن عمارت مین نقالی کا مخصوص اور محدود دائرہ

فن عمارت کو بالکل ایک غیر نقلی فن تصور نہ کرنا چاہیئے، موسیقی کی طرح اس مین بھی نقالی کو کچھ دخل ہی، لیکن محدود اور مخصوص صورتون مین فن عمارت کے ایسے انداز قائم ہوے ہین، جن سے قدرتی یا دوسرے واقعات وحالات کی نقالی کا پتہ چلتا ہی، اکثر حقیقی نقالی کی بجاے محض نشانات سے کام لیا جاتا ہی، مثلاً بابل کے منجمون نے اپنے عظیم الشان معبد کے سات ہم مرکز دیوارون پر ستارہاے فلکی کی صورت بنائی تھی، یا عیسائیون کے گرجون کے سطحی پلین کی بنیاد ہزارون تغیر وتبدل کے ساتھ صلیب پر رکھی گئی تھی، اب خاص نقالی کی مثالین ملاحظہ ہو، گاتھک گرجون مین جو بغلی راستے بناے جاتے تھے، اس کا مقصد جنگل کے قدرتی بغلی راستون کا ایک تخیل قائم کرنا تھا، اور گرجون کے محراب اور محرابکے پاے جنگل کے راست قامت درختون اور باہم ملی ہوئی شاخون کی نقالی ہوتی تھی، مصر کے قدیم عبادت گاہون اور محلون مین بھی اسی قسم کی نقالی پائی جاتی ہے،

اب ہم فنون نقلی یعنی سنگتراشی، مصوری اور شاعری کی طرف متوجہ ہوتے ہین، ان فنون پر ارسطو کے اصول کے مطابق غور کرنا ہمارے لئے زیادہ بہتر ہوگا، یعنی اولاً کیا ہین جنکی یہ فنون نقالی کرتے ہین، اور ثانیاً انکی نقالی کے ذرائع کیا ہین؟،

صنعتگری بحیثیت ایک نقلی فن کے

صنعتگری کی نقالی کا دائرہ بہ نسبت شاعری اور مصوری کے زیادہ تنگ اور محدود ہی لیکن یہ نسبتہً اشیاء کی زیادہ کامل طور پر نقالی کرتی ہی، اسکے دائرۂ نقالی مین وہ تمام اشیاء داخل ہین، جن مین طول، عرض اور مقدار یہ تینون چیزین پائی جاتی ہین، صنعت گر سخت مادہ سے

کاٹ چھانٹ کر مختلف صورتین بناتا ہے، مثلاً پتھر اور لکڑی کا مجسمہ وغیرہ، یا نرم مادہ مثلاً موم وغیرہ کو کسی موزون قالب مین ڈہالتا ہے، اسی طرح مختلف قسم کے مادون کو مختلف صورتون مین ترکیب دیتا رہتا ہے،

صنعتگری کی دو مختلف صورتین

صنعتگری عموماً ٹھوس شکل کی ٹھوس شکل کے ساتھ نقالی کرتی ہی، ممکن ہی کہ یہ نقالی مکمل طور پر ٹھوس ہو، یا غیر مکمل طور پر، وہ صنعتگری جو مکمل طور پر ٹھوس ہوتی ہے اشیاء کو طول، عرض اور عمق کی پابندی کے ساتھ بعینہٖ پیش نظر کرتی ہے، اسکے نتائج عمل قائم بالذات ہوتے ہین، اور ہر نقطۂ نظر سے دیکھے جا سکتے ہین، وہ صنعتگری جو غیر مکمل طور پر ٹھوس ہوتی ہی، اشیاء کی نقالی مین محض عرض وطول سے کام لیتی ہی، اور عمق کو دھندلا کر کے دکھاتی ہے کہ نظر خود اسکو پورا کرلے، اُسکے نتائج عمل قائم بالذات نہین ہوتے بلکہ Background سے ملحق ہوتے ہین، اور محض سامنے سے دیکھے جا سکتے ہین، کیونکہ یہ اشیاء کی ایک خاص نقطۂ نظر سے نقالی کرتی ہے، تمام جزئیات کو ایک ایک کرکے نہین دکھاتی، بلکہ ایک خاص حصہ کو لیکر نمایان کرتی ہی، اور عقب مین اس خاص حصہ کے خطِ حدود کا ایک اجمالی خاکہ رہتا ہی، ضمناً اس سے اس چیز کے دوسرے حدود کا ایک ضعیف خیال قائم ہوجاتا ہے،

قسم اول کی نقالی کے لئے کون اشیاء مناسب ہین؟

چونکہ اول الذکر صنعتگری مادّی ہئیت کی تمام خصوصیات اور جزئیات کو منظر عام پر لاتی ہے، اسلئے کمال کے ساتھ محض اس شے کی نقالی کرسکتی ہی جو بہت زیادہ وسیع اور پیچیدہ نہو، جو اپنے متعلقات سے جدا کیجا سکتی ہو، اور جسکے تمام جزئیات کے باہمی تعلقات بآسانی محسوس ہوسکین، اور جو نوعِ انسان کے لئے عام دلچسپی رکھتی ہو، اس بنا پر جسم انسانی ہی ایک ایسی شے ہی جو ان تمام شرائط کو پوری کرسکتی ہی، یہ ظاہر ہی کہ جسم انسانی سب سے زیادہ مکمل، سب سے زیادہ خوبصورت اور موزون مخلوق ہے، یہی صنعتگر کی سعی ومحنت، اور کمال وشغف کا اصلی تماشاگاہ ہی، وہ ہر جز کو نہایت آزادی اور کمال کے ساتھ نمایان کرتا ہے، اور جو خاص اثرات ڈالتا ہی وہ محتاج بیان نہین، اسکے

علاوہ دیگر حیوانات کی ہیئت کی بھی نقالی کیجاتی ہی، جو جسم انسانی سے بہت کچھ ملتے جلتے ہین، اس
قسم کی صنعتگری نے ان ملکون مین بہت زیادہ ترقی کی ہے، جہان لوگون کو جسم انسانی کی ترکیب
وساخت پر غور کرنے کا کافی موقع ملتا ہے،

قسم دوم کی نقالی کے لئے کون سی اشیار مناسب ہین

آخر الذکر صنعتگری کا بہت زیادہ تعلق فن عمارت سے ہی، اور اسکی تحت مین عام طور پر
اس سے کام لیا جاتا ہے، گو اس کا فرض مذکورہ بالا صنعتگری سے کچھ مختلف ہی
لیکن یہ بھی انھی اشیار کی نقالی کرتی ہے، جسم انسانی اسکا بھی خاص جولانگاہ ہے، اگرچہ ضروریات
فن کی بنا پر بعض اوقات صنعتگر کو اپنے دائرہ نقالی مین دوسری اشیار کو داخل کرنا پڑتا ہے، چونکہ اسکو
اشیار کے عمق سے کوئی غرض نہین ہوتی، اسلئے اسکو کامل آزادی حاصل ہی کہ اس وسعت مین سیکڑون
اشیار کو جگہ دے، لیکن اس آزادی کو جتنا ہی کام مین لائیگا، اتنا ہی دائرہ صنعتگری سے خارج ہوتا جائیگا

صنعتگری کی تعریف

صنعتگری، فنون لطیفہ مین سے ایک فن ہی جو عرض، طول، اور عمق، یا محض طول
اور عرض کی پابندی کے ساتھ قدرتی اشیار اور خصوصاً جسم انسانی کی نقالی کرتا ہے، اور اِسطرح جذبات کو
ظاہر اور برانگیختہ کرتا ہے،

مصوری بحیثیت ایک نقلی فن کے

مصوری ایک قسم کی صنعتگری ہے، جس حیثیت سے قوت باصرہ قدرتی اشیار کا
احساس کرتی ہے، اسی طرح مصور انکی نقالی کرتا ہے، مصوری محض طول و عرض سے
کام لیتی ہے، عمق کو نظر پر چھوڑ دیتی ہے جو خود اس کمی کو خطِ حدود، تاریکی اور روشنی کی تقسیم اور رنگ آمیزی
وغیرہ کے ذریعہ سے پورا کر لیتی ہے،

مصوری کے دائرہ نقالی کی وسعت

اس فن مین بہ نسبت اور اقسام صنعتگری کے بہت زیادہ وسعت اور آزادی حاصل ہے
اسکے دائرہ نقالی مین وہ تمام اشیار داخل ہین جنکو قوت باصرہ محسوس کر سکتی ہے
مثلاً انسان، درخت، بادل، ستارے، پہاڑ، جنگل وغیرہ وغیرہ، قرب و بعد سے مصوری کو کوئی واسطہ نہین

ہے، اسی طرح دُور کی چیزون کی بھی تصویر کھینچ سکتا ہے،
جس طرح مصور نزدیک کی چیزون کی تصویر کھینچ سکتا ہے، اسی طرح دُور کی چیزون کی بھی تصویر کھینچ سکتا
جو کچھ اس نے دیکھا ہی یا اپنے کو دیکھتا ہوا خیال کر سکتا ہے، وہ سب مصوری کے تحت مین داخل ہین اس
بنا پر فن مصوری کی وسعت تقریباً غیر محدود قرار دیجا سکتی ہے، گو مختلف سوسائٹیون مین مختلف اشیار کی
مصوری کی طرف لوگون کا خاص میلانِ طبع رہا ہے، لیکن صنعتگری کی طرح مصوری کی نقش آرائیون کا
اصلی تماشاگاہ جسم انسانی ہی تھا، اور ہے، انسان کے ساتھ حیوانات، نباتات، مکانات، سبزہ زار، سمندر
آسمان اور دلکش مناظر وغیرہ بھی مصوری کی حد مین شامل ہوگئے ہین،

مصوری کی خاص صورتین یا پیرائے

مصوری کی بنیاد تین اصولون پر ہے،

(۱) یہ کہ مصور کی تمامتر توجہ قدرتی اشیار کی خارجی ساخت اور تعلقات کی طرف جنکا
اظہار اشیار کے حدود اربعہ سے ہوتا ہی، مبذول ہوتی ہے، اور وہ حدود اربعہ کو صاف طور پر دکھانے کے لئے
اصول خط سے کام لیتا ہے،

(۲) اشیار کی خارجی ساخت اور تعلقات، روشنی اور تاریکی کی تقسیم وغیرہ سے دکھائے جاتے ہین
اسکو اصول "روشنی" اور "تاریکی" کہتے ہین،

(۳) اشیار کی خارجی صورت سے قطع نظر کرکے مصور انکی سطح کے مقامی رنگون کی تقسیم، خصوصیات اور
تعلقات کو نمایان کرتا ہی، اسکو اصولِ رنگ کہتے ہین،

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصور ان مین سے کس اصول کے مطابق عمل کرتا ہی، بلاشبہہ مکمل فنِ
مصوری مین ان تینون اصول سے کام لیا جاتا ہی، مثلاً کسی چیز کا خاکہ کھینچنے مین محض اصول خط کی
پابندی ضروری ہوتی ہے، نقاشانہ مصوری مین اصولِ خط اور رنگ دونون سے کام لیا جاتا ہے،
اور رنگی تصاویر مین خط اور روشنی و تاریکی سے۔ مکمل فنِ مصوری کی بہترین مثالون پر بھی غور کرنے سے
یہ صاف محسوس ہوتا ہی کہ مصور کو کسی ایک خاص اصول سے نسبتہً زیادہ دلچسپی رہی ہے، مثلاً اعلیٰ کے

مصورون مین سے ٹائی ٹن محض رنگ مین کمال رکھتا تھا، مارکلن جیلو اصول خط مین لیونارڈو روشنی وتاریکی کے اصول مین، اکثر اکیڈمک مصورون نے ان تینون طریقون کو وزن مساوی کے ساتھ باہم ملانیکی کوشش کی، لیکن اس کمال کا فخر محض ٹنٹا ریٹو کے لئے مخصوص تھا جس نے اپنی اس کوشش مین بہت زیادہ کامیابی حاصل کی، جدید فن مصوری کی زیادہ تر کوشش اس امر کی طرف رہی ہے کہ اصولِ خط کو بالکل اڑا دیا جاے اور بجاے اسکے کینوس پر اشیار کا عکس اتارنے کے لئے تیل کے ذرائع کو ترقی دیجائے،

مصوری کی تعریف

مصوری ایک فن ہے جسکا مقصد ایک ہموار سطح پر تمام قدرتی اشیار کے خط حدود تاریکی وروشنی، یا رنگ یا ان تینون صورتون کی جامعی نقالی کے ذریعہ سے جذبات کو ظاہر اور مشتعل کرتا ہے،

شاعری بحیثیت ایک نقلی فن کے

اب ہم مادیات کے حدود سے گذر کر غیر مادی اشیار کے دائرہ مین داخل ہوتے ہین شاعری کے دائرہ نقالی مین ہر چیز جسکا تخیل ہم الفاظ کی صورت مین قائم کر سکتے ہین، داخل ہے، اس بنا پر حوادثِ قدرت، نتائج فن، تجرباتِ زندگی، واقعاتِ تاریخ، انسانی خیالات واحساسات وغیرہ وغیرہ، یہ سب چیزین شاعری کا مایۂ خمیر ہین، شاعری کا آلۂ نقالی الفاظ ہین، جنکی ترکیب و ترتیب سے جو آواز پیدا ہوتی ہے، اُس مین موسیقیت کا ایک خاص اثر پایا جاتا ہے،

شاعری کی خاص اصناف

ارسطو کے خیال کے مطابق شاعرانہ نقالی تین اقسام پر مشتمل ہے، اولاً ایپک (رزمیہ) جسمین شاعر کبھی دوسرون کے جذبات کا اپنے خاص الفاظ مین اظہار کرتا ہے، اور کبھی دوسرون کے منہ سے خود اپنے خیالات کا اظہار کراتا ہے، دوسرے لیرک (غزل یا قصائد) جو شاعر کے محض ذاتی جذبات کا آئینہ ہے، تیسرے ڈراما جسمین شاعر کو اپنی ذات سے کوئی غرض نہین، بلکہ اپنے متعلقین قصہ کی زبان سے ایسے خیالات کا اظہار کراتا ہے جنکو وہ انکی تمثیل کیلئے مناسب سمجھتا ہے، ڈراما کی نظمین الرکبض پڑہی جاہین تو ہمکو چند چیزون کی کمی پوری کرنیکے لئے تخیل سے کام لینا پڑیگا،

مثلاً موقع ومحل کی نوعیت، وقفہ کی مدت، واقعات کی رفتار وغیرہ، لیکن یہ چیزین رزمیہ شاعری مین خصوصیت کے ساتھ مذکور ہوتی ہین، اور عاشقانہ شاعری مین تو ان چیزون کو کوئی دخل ہی نہین، اس بنا پر قوت متخیلہ کو اس محنت سے بچانے اور ڈراما کا پورا اثر ڈالنے کے لئے چند فنون تحتی سے مدد لینی پڑتی ہے، مثلاً سین کی تصویر کھینچنا، ادا کرنا، رقص وسرود وغیرہ خاص قسم کے ناٹکون مین موسیقی ڈراما کے جذباتی اثر کو دو چند کر دیتی ہے، ان تین اقسام کے علاوہ اخلاقیہ شاعری بھی اصناف شاعری مین عام طور پر داخل کرلیگئی ہے،

ارسطو، پند ونصائح کو شاعری نہین بلکہ ایک مفید مضمون خیال کرتا ہے، لیکن چونکہ اس صنف کا معتد بہ لٹریچر لکھا جاچکا ہے، ہم ارسطو کی راے کی پیروی نہین کر سکتے، بہتر ہوگا اگر ہم اس صنف شاعری کو فن عمارت اور دیگر فنون دستکاری کے زمرہ مین شامل کرلین جنکا خاص مقصد منافعِ عامہ ہے، لیکن ساتھ ہی جذبات کو برانگیختہ کرنیکی قابلیت رکھتے ہین،

شاعری کی تعریف

شاعری کی تعریف مشکل سے ہوگی اگر ہم یہ کہین کہ ایک فن ہے جو قدرت اور زندگی کے واقعات وحالات کی ایسے الفاظ مین نقالی کرتا ہے، جنکی ترتیب اصول موسیقی پر دیجاتی ہے اور اس ذریعہ سے جذبات کو ظاہر اور برانگیختہ کرتا ہے،

شاعری کو بحیثیت نقالی کے مصوری اور صنعتگری سے کیا تعلق ہے

شاعری کی نقالی کا دائرہ بہ نسبت مصوری اور صنعتگری کے بہت زیادہ وسیع ہے اسکے حدود مین مادیات اور غیر مادیات سب داخل ہین، یہ ہر قسم کے جذبات احساسات، واقعات اور تجربات وغیرہ کی تصویر کھینچ سکتی ہے، لیکن مصوری اور صنعتگری اس سے عہدہ برآ نہین ہو سکتی، مثلاً آہ کی تصویر تم کیسے کھینچ سکتے ہو؟ محض جسم کی اس حالت کو جو آہ کرنیکے وقت محسوس ہوتی ہے تصویر کے ذریعہ سے دکھا سکتے ہو، اور وہ بھی بالکل غیر مکمل ناقص طور پر، اسی طرح محض خیالات کی تصویر کھینچنے سے مصوری قاصر ہے، مثلاً رحم، قید، رہائی وغیرہ البتہ مادی مثالون کے ذریعہ سے مصور انکو کسیقدر

ذہن نشین کراسکتا ہے، غرضکہ شاعری کے لئے تخیل کا وسیع جولانگاہ کھلا ہوا ہے، شاعر اپنے عالم خیال کو ایسی سینکڑون چیزون سے آباد کرتا ہی جو مصوری اور صنعتگری کی حدود حکومت سے خارج ہین، تمام افراد کائنات اسکے زیر حکومت ہین، وہ ہر جذبہ، ہر خیال، ہر حرکت کی مصوری کرسکتا ہے، لیکن الفاظ اور ان اشیار مین جسکے لئے وہ استعمال کئے گئے ہین کوئی مشابہت نہین پائی جاتی، دنیا مین ایسی چیزین بہت کم ہین جنکے لئے الفاظ وضع نہ کئے گئے ہون لیکن الفاظ سے اشیار کا محض ایک تخیل ہمارے پیش نظر ہوتا ہی، انکی حقیقی صورت وشکل کا حواس پر کوئی اثر نہین پڑتا، اس بنا پر شاعری کا کام نقالی نہین ہی، بلکہ اشیار کا ایک تخیل قائم کرنا ہی، مصوری اور صنعتگری کا کمال یہ ہی کہ یہ ان اشیار کی جو انکے حدود حکومت مین داخل ہین، بہ نسبت شاعری کے نہایت خوبی اور کمال کے ساتھ نقالی کرتے ہین، مثلاً صنعتگری اشیار کے خارجی شکل کی اسطرح تصویر کھینچتی ہی کہ قوت باصرہ اور قوت لامسہ دونون محسوس کرسکتی ہین، مصور اپنے خاکہ مین جو مختلف رنگ بھرتا ہی اور اشیار کے باہمی تعلقات وغیرہ کو جن لطیف اور نازک نشانات سے نمایان کرتا ہی، ان مین سے بہت سی ایسی چیزین ہین جنکے لئے کوئی مستقل لفظ موجود نہین، چنانچہ رنگون کیلئے الفاظ تمام زبانون مین خال خال پائے جاتے ہین، جسطرح مصوری تخیلات مین قدم نہین رکھ سکتی، اسی طرح شاعری اشیا کی حقیقی شکل وصورت کی تصویر کھینچنے سے مجبور ہے،

حاصل یہ کہ گو شاعری کے زیر اثر تمام کائنات ہی لیکن اشیار کی تصویر جسطرح مصور کھینچتا ہی شاعری نہین کھینچ سکتی، مصور کو تمام جزئیات وخصوصیات کو ایک ایک کرکے دکھانا پڑتا ہی، لیکن شاعر کوئی خاص وصف لے لیتا ہی اور اسی پر آب ورنگ چڑہاتا ہی، وہ تمام محاسن اور خصوصیات کے بیان کرنیکی کوشش نہین کرتا اور کسی شے کا خاص اثر ڈالنے کیلئے یہ ضروری ہی کہ اسکا کوئی نمایان وصف لیا جائے، اس بنا پر شاعری کی نقالی بہ نسبت مصوری کے زیادہ موثر ہوتی ہی، اور سچ یہ ہی کہ مصوری اس سے عہدہ برا بھی نہین ہوسکتی، مثلاً شکسپیر نے ایک عورت کو رقص کی حالت مین سمندر کی لہر سے تشبیہ دی ہی، اس حرکت کی تیزی اور رعنائی کا جو نقشہ ہماری آنکھون مین پھر جاتا ہی مصور اسکو تصویر مین کیونکر دکھا سکتا ہی؟

باب التربیۃ والتعلیم

التربیۃ الاستقلالیہ

فن تعلیم وتربیت کے کچھ اسباق

(۳)

(از مولانا عبد السلام ندوی)

مصنف نے تربیت کے متعلق جو خیالات ظاہر کئے تھے انکا خلاصہ اوپر کے دو نمبرون مین گذر چکا، تعلیم کے متعلق اس نے جو نظریات قائم کئے ہین، انکی تفصیل حسب ذیل ہے،

استاد اور مربی کا انتخاب

تعلیم وتربیت کا پہلا عمود استاد یا مربی کی ذات ہے، اس بنا پر علمائے تربیت نے انکی ذات مین مختلف جسمانی وروحانی اوصاف کا وجود لازمی قرار دیا ہے، مصنف کو بھی انسے انکار نہین، لیکن اسکی نگاہ اس سے بھی اعلے تر نقطہ پر پڑتی ہے، اسکے نزدیک معلم یا مربی کی صحت، مذہب، اخلاق، اور عقائد واعمال کے علاوہ بچے کی تعلیم وتربیت پر حسن وجمال کا بھی اثر پڑتا ہے، اسلئے اگر استاد یا مربی قدرت کے اس عطیہ سے بھی بہرہ ور ہون تو نتائج نسبتہً بہتر ہونگے، چنانچہ اسکی بی بی ایک خط مین لکھتی ہی:

"امیل جب جب میرے ساتھ لیڈی وارنگٹن کے یہان جاتا ہی، تو مجھکو خاص طور پر یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ عادۃً شہر کی ان لیڈیون سے زیادہ میل جول پیدا کرنا چاہتا ہی، جو حسین وخوشرو ہوتی ہین، اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ حسن وجمال کا اثر بچون کے دل پر خصوصیت کے ساتھ پڑتا ہی"،

بچون کو عموماً بوڑہون کے ساتھ زیادہ دلآویزی ہوتی ہے، اس سے اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بچہ فطرۃً سیکھنا چاہتا ہی، اور بہت کچھ سیکھنا چاہتا ہے، اور چونکہ بوڑھے اکثر بات چیت کیا کرتے ہین اسلئے انکی پیاس اسی چشمے سے بجھ سکتی ہے، اور یہی وجہ ہی کہ بچون کو بوڑہون سے زیادہ انس ہوتا ہے، اس بنا پر اگر مربی یا معلم معمر اور سن رسیدہ ہون تو اسکا اثر بچون کی تعلیم وتربیت پر فطرۃً نوجوانون سے عمدہ پڑیگا۔

ترتیب علوم درسی

آج کل نظام تعلیم کی ابتری پر جو کچھ کہا جاتا ہے، اُسکا تعلق زیادہ تر نصاب تعلیم اور درسی کتابون کے ساتھ ہوتا ہے، ہم بار بار سُنتے ہین کہ فلان کتاب سخت مشکل ہے۔ فلان کتاب کے مضامین کا اثر بچون کے عقاید واخلاق پر مضر پڑیگا، فلان کتاب اس زمانہ مین غیر مفید ہے، لیکن مصنف کے نزدیک اس اعتراض کا تعلق صرف کتابون کی ترتیب، موزونیت، اور مضامین سے ہی، اسلئے اگر اس کتاب کی بجائے دوسری کتاب رکھدی جاے تو جو لوگ اپنے نقطۂ نظر کو یہین تک محدود رکھتے ہین اُنکی زبانین بند ہوجائینگی، حالانکہ اعتراض کا اصلی ہدف خود نصاب تعلیم کی ترتیب و موزونیت ہے، اصلی اعتراض یہ نہین ہی کہ فلان کتاب فلان درجے یا فلان بچے کے لئے موزون نہین ہے، حقیقی اعتراض یہ ہی کہ وہ نصاب تعلیم جو مفید کتابون پر مشتمل ہے، وہ بھی بچون کے سن، عقل اور ادراک کیلئے مفید ہے یا نہین، اور اسمین بچون کی قواے فطریہ کی تدریجی ترقی کا لحاظ رکہا گیا ہی یا نہین؟

اگر اس حیثیت سے اس مسئلہ پر نظر ڈالی جاے تو معلوم ہوگا کہ واضعینِ نصاب تعلیم نے قوانین فطرت کو یکسر اُلٹ پلٹ دیا ہے، علوم کی تقسیم و توزیع، تعریف و تحدید، اور اصول و فروع کا انضباط بہت سے تجربون کے بعد کیا گیا ہے، علوم و فنون جس شکل مین بچون کو پڑہاے جاتے ہین، وہ ابتدا مین موجود نہ تھی، انسان بولتا تھا لیکن لغت کی کوئی کتاب اُسکے سامنے نہ تھی، انسان دیکھتا تھا لیکن علم المناظر والمرایا کے آئین واصول منضبط نہ تھے، انسان خدا پر اور اُسکے انبیار پر اعتقاد رکھتا تھا لیکن فقہ، حدیث، اور کلام کا وجود نہ تھا، بلکہ یہ چیزین بعد کو پیدا ہوئین، انسان نے رعد و برق کی آواز سُن کر بولنا شروع کیا، انسان نے اس فضاے بسیط کو دیکھکر دیکھنا سیکھا، انسان نے عجائبات قدرت کے مشاہدہ سے خدا کے وجود کا اقرار کیا، پس اگر اس فطری ترتیب کا لحاظ رکہا جائے تو ہمارے نصاب تعلیم مین سب سے پہلے خود صحیفۂ فطرت کو داخل ہونا چاہیئے، عالم کون مجسم آواز ہے، مجسم روشنی ہی، مجسم مادہ ہے، مجسم صورت ہے، مجسم برق ہے، مجسم کہربا ہے، غرض الٰہیات، طبعیات، ریاضیات، جن

مضامین پر مشتمل ہین وہ سب اس فضاے بسیط مین بکھرے پڑے ہین، اسلئے طلبار کو سب سے پہلے اُنہی اجزاے منتشرہ کو اپنے خزانۂ خیال مین جمع کرنے کا موقع دینا چاہیئے، ہمارے زمانہ مین مدرسہ دوات، قلم، پیچ، کرسی، اور سب سے زیادہ روشن چیز جحر ہاے تاریک سے عبارت ہی، لیکن کیا ان مین کوئی چیز طلبار کو قدرت کی نیرنگیون کا تماشا دکھا سکتی ہے؟ مدرسہ کی دیوارون کے باہر چڑیان چہچہا کر طلبار کو طعنہ دیتی ہین، لیکن انکی آواز اس چاردیواری کو کب عبور کرسکتی ہے؟ اسلئے اگر نظام فطرت کو بچون کے کورس مین داخل کرنا ہے تو ہر مدرسہ کو نہایت کشادہ ہوادار، اور وسیع ہونا چاہیئے، کہ قدرت طلبار کو اپنی جلوہ طرازیون کا تماشا دکھا سکے، جو چیزین مخفی ہین یا اپنی اصلی صورت مین سامنے نہین آسکتین، اُنکے چہرے کو تمدنی ذرایع سے بے نقاب کرنا چاہیئے، دوربین، خردبین، عجائب خانے، بوٹینکل گارڈن، یہ تمام چیزین طلبار کے سامنے مجموعۂ کائنات کو ایک نہایت منتظم شکل مین پیش کرسکتی ہین، اسلئے کسی مدرسہ کا کمپاونڈ ان سے خالی نہین ہونا چاہیئے،

کتابی درس مین بھی بچون کے قواے فطریہ کی تدریجی رفتار کا لحاظ نہایت ضروری ہے، بچہ ابتدا مین کسی چیز کی حقیقت اور اُسکے علل واسباب کو نہین جان سکتا، وہ صرف اُسکی معمولی شکل، اور اُسکے حجم وضخامت کی مقدار کو سمجھ سکتا ہے، اسلئے اگر اُسکے سامنے اس چیز کی جنس و فصل، لوازم واعراض کی تشریح کیجاے تو اُسکا دماغ ایک ایسی سخت ٹکر کہائیگا جو ہمیشہ کے لئے اسکو پریشان راے کردیگی، نوجوان طلبہ کو فطرۃً شعر وشاعری سے مناسبت ہوتی ہے، پختہ سن لڑکے منطق وفلسفہ سے دلچسپی رکھتے ہین، غرض جس طرح بچون کی ایک عمر ہوتی ہے، اُسی طرح افکار وخیالات بھی ایک عمر رکھتے ہین، اسلئے نصاب تعلیم مین دماغی زندگی کی نشوونما اور اُسکی تدریجی ترقی کا لحاظ نہایت لازمی طور پر کرنا چاہیئے،

بہت سی چیزین ایسی ہین جو مختلف حیثیتین رکھتی ہین، اور ہر حیثیت طلبار کی ایک خاص

حصۂ عمر سے مناسبت رکھتی ہے، بچہ پہلے گلاب کی حقیقت صرف اِسقدر جانتا ہی کہ وہ ایک سرخ پھول ہے، پھر جب اُسکے قوائے دماغیہ زیادہ ترقی کرتے ہین، تو وہ اس پھول کی شکل، رنگ، اور خوشبو کے مجموعہ سے ایک مثالی صورت قائم کرتا ہے، اور اُسکو بطورِ حقیقت کلیہ کے گلاب کے تمام جزئیات پر منطبق کرتا ہے، لیکن اب بھی وہ ان تمام رموز واسرار سے بیخبر رہتا ہے جو علم نباتات مین فاش کئے گئے ہین، اس بنا پر اُن چیزون کی تعلیم کے لئے مختلف اوقات کی ضرورت ہے، اگر ایک صغیر السن بچے کو منطق اور علم النباتات کی روسے گلاب کی حقیقت سمجھائی جائیگی تو یہ ایک ہوائی تیر ہوگا جسکے نشانہ کا پتہ نہین، گلاب کی ان حیثیات مختلفہ کی توضیح اُسی عمر مین کرنی چاہئے جو اسکے لئے موزون ہے، گلاب جس طرح تو بتو حقائق و معارف کا مجموعہ ہے، اسی طرح اسکی ہر پنکھڑی کا درس بار بار دینا ہوگا، اور ہر تہ کو بار بار الٹنا پڑیگا،

بچون کو عموماً بعض خاص چیزون سے مناسبت ہوتی ہی، مثلاً ہر بچہ تصویرون سے دلآویزی رکھتا ہے، اسلئے علوم وفنون کی تعلیم مین اس مناسبت طبعی سے کام لینا مفید ہوگا، مثلاً علم طبقات الارض ایک نہایت وسیع علم ہے، اسلئے اگر بچے کو ابتداءً اُسکے تمام مسائل سکھائے جائین تو اُسکا نتیجہ پریشان دماغی کے سوا کچھ نہوگا، لیکن بچون کو تصویرون سے جو دلآویزی ہوتی ہے، اُس سے اس علم کی تعلیم مین بہ ترتیب کام لیا جاسکتا ہے، کنکرون اور پتھرون مین بعض تو خود جانورون کی شکل کے ہوتے ہین، بعض مین جانورون کی شکل منطبع ہوتی ہی، اب اس فن کے معلم کا پہلا فرض یہ ہے کہ بچون کو اس فن کے ابتدائی مسائل کی تعلیم اس قسم کے کنکرون سے دے جو نتائج کے لحاظ سے اسکے لئے لعل وگوہر سے بھی زیادہ قیمتی ہین

زبان کی تعلیم

بچے کی تعلیم کا سب سے پہلا مظہر زبان ہے، لیکن ایک طوطی پس پردہ ہی، اسلئے باپ سے، مان سے، استاد سے جو الفاظ سنتا ہے، اُنکے معانی پر غور نہین کرتا بلکہ صرف اسکو رٹ لیتا ہے، دنیا نے بچے کی اس فطرت کو بالاتفاق تسلیم کرلیا ہے جسکا نتیجہ مختلف تکلون مین ظاہر ہوتا ہے، باپ، مان بچے کو جو الفاظ سکھا دیتے ہین اگر وہ انکا ٹوٹا پھوٹا تلفظ بھی کرے تو وہ کامیاب خیال کیا جاتا ہے، بچون کے کھلانے، بہلانے اور پھسلانے کیلئے جو الفاظ، جو راگ اور جو لوریان عام طور پر ضرب المثل ہوگئی ہین، اُن مین اکثر مہمل ہوتی ہین، اور جو معنی رکھتی ہین وہ بھی نہایت غیر ضروری اور غیر مفید ہوتے ہین، کیونکہ تمام لوگون نے سمجھ لیا ہے کہ بچہ سوچتا سمجھتا نہین، اُسکو صرف الفاظ کا لحنِ صوت اپنا فریفتہ بنالیتا ہے، اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ لٹریچر کی ابتدائی تعلیم مین معانی ومطالب کا بہت کم لحاظ رکھا جاتا ہے، اُسکی حقیقت محاکات اصوات سے زیادہ نہین، طلبا کی کامیابی صرف یہ ہے کہ وہ الفاظ کو رٹ لین اور بار بار اُنکا اعادہ کرتے رہین، لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان غلطی ہے، آج علوم وفنون کی ترقی نے ثابت کردیا ہے کہ جمادات ونباتات تک حس رکھتے ہین، پھر ایک ایسا وجود جسکو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے، قوت حاسہ اور قوت فکر سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے، باپ مان اور معلم یہ سمجھتے ہین کہ انکی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہین وہ ہوا کے تموج کے ساتھ بچے کے اعصاب دماغی سے ٹکراتے ہین، اور بچے کا رٹنا اسی ٹکر کی صدائے بازگشت ہے گویا دو پتھرون کا ٹکرانا، اور بچے کا رٹنا دونون ایک چیز ہین، لیکن یہ ایک صریح مغالطہ ہے دنیا مین ہر چیز بولتی ہے، سونے، چاندی، لوہے، اور پیتل کی جھنکار خود اُنکی حقیقت کی خبر دیتی ہے، صاعقہ، برق، موجہائے دریا سب بولتے ہین، اور اُن مین باہم جو ٹکر ہوتی ہے، اُنکی کیفیات مختلفہ کی خبر دیتی ہین، لیکن انسان کے نطق، اور ان چیزون کی گویائی مین بڑا فرق ہے، چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی اگر ایک لفظ بولیگا تو اُسکا مقصد یہ ہوگا کہ وہ کسی کو کچھ سمجھانا چاہتا ہے، اگر وہ اپنی طرف "مین" کی ضمیر متکلم سے خطاب کریگا تو اُس مین ایک شان استقلال وحریت پائی جائیگی،

اس بنا پر لٹریچر کی تعلیم کا مقصد صرف یہ نہین ہونا چاہئے کہ بچے محض الفاظ کو رٹ لین،

بلکہ سب سے زیادہ زور اُنکے مفہوم ومعانی پر دینا چاہیے تاکہ لٹریچر کی تعلیم بچے کے قواے فکریہ کی نشوونما
کا ذریعہ ہو، بچے سے جو گفتگو کیجاے اُس کا مقصد صرف گفتگو نہو بلکہ اُسکا مفہوم ہو، بہر حال ابتدا سے
زبان کو بچے کی قواے فکریہ کی نشوونما کا ذریعہ بنانا چاہیے کہ اُس مین اور جمادات مین جو فطری
فرق ہے وہ مٹنے نپاے،

تحریر وکتابت | کتاب اور تختی دونون بچے کے ہاتھ مین ساتھ ساتھ آتی ہین، لیکن دونون کی نوعیت
مین سخت اختلاف ہے، کتاب کے ذریعہ سے جو علوم وفنون پڑہاے جاتے ہین، اُن مین باہم اسقدر
ربط واتحاد اور تناسب وتوافق ہوتا ہے، کہ ایک کو دوسرے کی علت قرار دیا جاسکتا ہے، اس لئے
ایک فن طالب العلم کو دوسرے فن کیلئے مستعد کردیتا ہے، منطق فلسفہ کا آلہ بنجاتی ہے، صرف
ونحو ادب ولٹریچر کی تعلیم کا ذریعہ ہوجاتی ہے، اقلیدس تمام علوم ریاضیہ مین آسانی پیدا کردیتی ہے،
لیکن پڑھنے اور لکھنے مین اس قسم کی کوئی مناسبت نہین ہے، زید، عمر، گھوڑا، ہاتھی، طوطا، جونٹی،
غرض دنیا مین سیکڑون ذی روح چیزین موجود ہین، اور انکے نام انھی حروف ہجائیہ سے لکھے جاتے ہین،
لیکن زید وعمر کی صورت وشکل، اور انکے لکھے ہوے نام کی ہئیت کذائیہ مین کسی قسم کی مناسبت
نہین ہے، ایک شخص زید کی تصویر دیکھکر زید کو پہچان سکتا ہے، کیونکہ زید کی تصویر اور زید کی ذات
مین باہم نہایت واضح مناسبت پائی جاتی ہے، لیکن کوئی شخص زید کا نام لکھا ہوا دیکھکر زید کو
نہین پہچان سکتا، کیونکہ ان دونون مین باہم کوئی مناسبت نہین ہے، اب سوال یہ ہے کہ
تصویر کو مصوّر سے جو مناسبت ہے، وہی مناسبت کتوب اور کتابت مین قائم ہوسکتی ہے؟ اور
اگر نہین ہوسکتی تو پڑھنا لکھنے سے نسبتہً آسان اور اصول فطرت کے مطابق ہے،

اس اختلاف کے ساتھ علوم وفنون مین باہم ترتیب ونظام قائم ہے، فلسفہ کو منطق سے
پہلے نہین پڑھ سکتے، ادب صرف ونحو کے بغیر نہین آسکتی، اقلیدس کے بغیر علم مرایا ومناظر کے

سائل سمجھ مین نہین آسکتے، توکیا مصوری، کتابت، اور پڑھنے مین بھی باہم اس قسم کی ترتیب
قائم ہے؟ یہ تینون چیزین ساتھ ساتھ سیکھی جاسکتی ہین، یا اُن مین باہم تقدم وتاخر کی نسبت ہی؟
حقیقت یہ ہے کہ جب تک دو چیزون مین باہم مناسبت نہو، ایک کو دال اور دوسرے کو
مدلول نہین قرار دیا جاسکتا، تحریر وکتابت کی ابتدائی شکل یہ تھی کہ جو چیز مطلوب ہوتی تھی، اسکی تصویر
کھینچ دیتے تھے،، اب اگرچہ رفتہ رفتہ تحریر وکتابت اور مصوری دو مختلف چیزین ہوگئی ہین، لیکن خط
درحقیقت اُسی قدیم فن تصویر سازی کی مختصر شکل ہے، جو پہلے تحریر وکتابت کا کام دیتا تھا، اب
اگرچہ تصویر اور خط مین یہ اتحاد بظاہر نمایان نہین ہوتا، لیکن بعض لوگ اب بھی دونون مین اس
ربط واتحاد کو ظاہر کرسکتے ہین، اب اگر ان دونون مین مناسبت قائم کرنا ہے تو اُسکی صورت صرف
یہ ہے کہ مثلاً بچے سے کہا جاے کہ وہ ایک گول دائرہ کی شکل بنا کر آفتاب کی صورت کو نمایان
کرے، اور اُسکے نیچے فرنچ زبان مین لفظ (Soleil) کو لکھدے جسکے معنی سورج کے
ہین، لیکن "او"، "گو"، "او"، لکھے تاکہ اسکے مدور اور سورج کے دائرہ مین باہم مناسبت قائم ہوجاے
طرح اگر سانپ کا نام لکھنا ہے تو انگریزی مین (serpent) لکھے، اس صورت
مین بڑے ایس کا پیچ وخم سانپ کی شکل کو نمایان کرسکیگا، بہر حال خط اور تصویر مین جو قدیم
مناسبت قائم تھی اسکو اب انھی طریقون سے دوبارہ قائم کیا جاسکتا ہے،

ترتیب کے لحاظ سے مصوری کو پڑھنے اور لکھنے دونون پر تقدم حاصل ہے، کیونکہ انسان
فطرۃً مصور پیدا کیا گیا ہی، بچے جب پڑھنا لکھنا کچھ نہین جانتے، تب بھی روزمرہ کی چیزون کی تصویرین
بنایا کرتے ہین، قدیم زمانہ کے وحشی انسانون کی کوئی یادگار بجز اُنکے ہاتھ کی بنی ہوئی تصویرون کے
نہین ملتی، انسان خود تصویر ہی کے ذریعہ سے پہلے تحریر وکتابت کا کام لیتا تھا، اسلئے گویا یہ فن
انسان کی فطرت مین داخل ہوگیا ہے، اور بچے کو قدرۃً اس سے مناسبت ہی، اس لحاظ سے وہ اُسکو

حروف ہجائیہ کی بہ نسبت نہایت آسانی کے ساتھ سیکھ سکتا ہے، اسکے ساتھ اسکے مقدم کرنے مین حسب ذیل فوائد حاصل ہو سکتے ہین،

(۱) پڑھنا بچے کیلئے ابتدائً ایک جبری چیز ہے، لیکن مصوری کی طرف وہ فطرۃً مائل ہوتا ہے، بلکہ بعض حالتون مین وہ اسکے لئے ایک تفریحی کھیل بنجاتی ہے، اسلئے اسکے ذریعہ سے اسکو پڑھنے کی ناگوار مصیبت سے بچایا جا سکتا ہے،

(۲) مصوری سے بچے کی قوت تمیزیہ کو ترقی ہوتی ہے، بچہ جب حیوانات، نباتات اور جمادات کی تصویر کھینچتا ہے تو اسکو خوامخواہ انکے مخصوص اوصاف سے واقفیت حاصل کرنی ہوتی ہے، اسلئے اسکے ذہن مین خود بخود ہر چیز متمائز و متشکل ہو جاتی ہے، لیکن تحریر و کتابت اس وصف سے معرا ہے، بچہ جب حروف مفردہ کی ترکیب کا طریقہ سیکھ جاتا ہے تو وہ ہزارون نامعلوم چیزون کے نام لکھ سکتا ہے جنکو اس نے خواب مین بھی نہین دیکھا،

(۳) مصوری سے خود بچے مین تحریر و کتابت کی مشق پیدا ہوتی ہے، بچہ جب تصویر بنانے کیلئے خطوط کھینچتا ہے تو اسکی انگلیون مین خود بخود حرکت، تیزی، اور چستی پیدا ہو جاتی ہے جو اسکو نہایت آسانی کے ساتھ لکھنے کا مشاق بنا سکتی ہے،

مصوری کے بعد تحریر و کتابت کا درجہ ہے، لکھنا پڑھنے پر فطرۃً مقدم ہے یا کم از کم دونون کو ایک ساتھ شروع کیا جا سکتا ہے، ایک مشہور عالم مدت سے اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا کہ ایک روز اس نے ہندوستان مین چند ہندی طلباء کو دیکھا کہ ریگستان مین بالو پر کچھ لکھ رہے ہین، اس نے یہ دیکھکر پیشانی پر ہاتھ مارا اور بیساختہ بول اٹھا کہ میرا مقصد حاصل ہو گیا، خدا کی قسم یہی سیدھا سادہ طریقہ ہے، ہندوون کے بچے چونکہ بہ نسبت متمدن یورپیون کے شاہراہ فطرت پر چل رہے ہین اسلئے انھون نے پہلے لکھا پھر اسکو پڑھا، اس طریقہ مین سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بچہ ایکطرف تو لکھتا ہے دوسری طرف اسکے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، اسلئے ہاتھ اور دماغ دونون ساتھ ساتھ کام کرتے ہین، بچہ پڑھنے سے اسلئے جان چراتا ہے کہ ایک الیسا راستہ دکھایا جاتا ہے جو اسکو پہلے سے معلوم نہین ہے، خلاف اسکے لکھکر پڑھنے مین ذہن معلوم سے مجہول کیطرف منتقل ہوتا ہے جو فطرت کے بالکل مطابق ہے۔

مسائل و فتاوی

کیا عورتون کے لیے سونیکا زیور پہننا جائز ہے

کیا عورتون کے لیے سونے کا زیور پہننا جائز ہے؟ شاید اکثر لوگ اس سوال کو سنکر چونک اٹھینگے، اور پوچھینگے کہ کیا عورتون کے لیے سونے کا زیور پہننا، اسلام مین کبھی ممنوع بھی تھا، کیا احادیث صحیحہ مین اسکی حرمت کی بھی کوئی روایت مروی ہے؟ کیا محدثین اور ائمہ دین مین اسکی حلت و حرمت کے متعلق اختلاف بھی ہے؟ لیکن ہم نہایت جرأت اور نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہین گے کہ افسوس کہ جواب اثبات مین ہے،

مولوی عبد السلام صاحب ندوی نے ایک اردو رسالہ مین ایک مضمون لکھا تھا جس مین اسکی حرمت کی حدیثین نقل کی تھین، علمائے عصر نے اسکے متعلق مخالف، و موافق دونون قسم کی رائین دین، طلائی زیور کی حلت و حرمت کا مسئلہ موجودہ خیالات کی پیداوار نہین ہے، نہ مسلمانون کے اقتصادی فوائد کو پیش نظر رکھکر اسکے متعلق بحث کیجاتی ہے بلکہ نفس ادلہ شرعیہ کا فہم استنباط مقصود ہے، دیگر تحریرون کے علاوہ، مولوی محمد خالد صاحب انصاری بھوپالی جنکو فن حدیث سے خاص ذوق ہے اور یہ ذوق حرم نبوی کی مقدس درسگاہ سے حاصل ہوا ہے انہون نے ایک مفصل تحریر بھیجی ہے،

قرآن مجید اس مسئلہ سے خالی ہے، کنایات سے اگر استدلال کیا جائے تو دونون طرف کی آیتین مساوی نکلین گی، ایک طرف اگر منع اسراف کی بنا پر حرمت کا فتوے دیا جائے تو دوسری طرف من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ سے اس کا جواز ثابت ہوگا

احادیث بھی اسکی حلت وحرمت مین مختلف ہین' اسی بناپر فقہا اور محدثین کی اس مسئلہ مین تین جماعتین ہین' ایک تو وہ جو عورتون کے لیے مطلقاً سونے کا استعمال جائز کہتا ہے' دوسری وہ جسکے نزدیک سونے کے معمولی اور ہلکے زیور جائز ہین' ٹھوس اور بھاری یا بڑے زیور نہین' تیسری وہ جو اسکو مطلقاً حرام کہتی ہے'

ذیل کی سطرون مین مولوی صاحب ممدوح' ہر فریق جن احادیث سے استدلال کرتا ہے' ان پر تنقیدی نظر ڈالتے ہین۔

فریق اول کے دلائل

وہ روایت جس سے عورتون کے لیے سونا پہننے کا جواز ثابت ہوتا ہے وہ آٹھ طریقون سے سنن اربعہ ودیگر کتب حدیث مین مروی ہے لیکن محققین نے کل طرق مین کلام کیا ہے' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے تلخیص الجبیر مین لکھا ہے کہ

انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الذہب والحریر ہذا حرامان علی ذکور امتی (الترمذی والنسائی واحمد والطبرانی) حرم لباس الذہب والحریر علی ذکور امتی واحل لاناثہم لفظ الترمذی وصححہ وہو عندہ من طریق سعید بن ابی ہند عن ابی موسی الاشعری وقد قال ابو حاتم انہ لم یلقہ وقال الدارقطنی فی العلل یرویہ عبداللہ بن سعید بن ابی ہند عن ابیہ عن ابی موسی ویرویہ نافع عن سعید بن ابی ہند واختلف علی نافع فرواہ ایوب وعبیداللہ بن عمر عن نافع عن سعید

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے اور ریشم کے متعلق فرمایا کہ یہ میری امت کے مردون پر حرام ہے جسکو ترمذی نسائی' احمد' اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ترمذی کی روایت یون ہے کہ سونا اور ریشم میری امت کے مردون پر حرام کیا گیا ہے اور عورتون کے لیے حلال اور ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور سعید ابن ابی ہند کے طریقہ سے ابوموسی اشعری نے روایت کیا ہے جسکے متعلق ابوحاتم کہتے ہین کہ سعید کا سماع ابوموسیٰ سے ثابت نہین دارقطنی نے علل مین کہا ہے کہ عبداللہ بن سعید بن ابی ہند نے اپنے باپ سے' انہون نے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے

مثلہ ورواہ عبداللہ العمری عن نافع عن سعید عن رجل عن ابی موسی ویوید ہذا ان اسامۃ بن زید روی عن سعید عن ابی مرۃ مولی عقیل عن ابی موسیٰ حدیثاً فی النہی عن اللعب بالنرد قال وسعید بن ابی ہند لم یسمع من ابی موسیٰ قلت روایت ایوب عند عبدالرزاق عن معمر عنہ وقال ابن حبان فی صحیحہ حدیث سعید ابن ابی ہند عن ابی موسی معلول لا یصح قلت ومشیٰ ابن حزم علی ظاہر الاسناد فصححہ' وہو معلول بالانقطاع وقال الدارقطنی فی العلل رواہ یحییٰ بن سلیم عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال دارقطنی وتابعہ بقیۃ عن عبیداللہ والصحیح عن نافع عن سعید ابن ابی ہند عن ابی موسے وقد روی طلق بن حبیب قال قلت لابن عمر ہل سمعت من النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی الحریر شیئاً قال لا قال فہذا ایدل علی وہم بقیۃ ویحیی بن سلیم فی اسنادہ وفی الباب عن علے ابن ابی طالب رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان من طریق عبداللہ

اور ایک روایت نافع کی سعید ابن ابی ہند سے ہی نافع کی روایت مین اختلاف ہے۔ ایوب نے اور عبیداللہ ابن عمر نے نافع سے انہون نے سعید ابن ابی ہند سے انہون نے کسی شخص سے اسنے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے اور اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اسامہ بن زید نے سعید بن ابی ہند سے انہون نے ابی مرۃ مولی عقیل سے انہون نے ابی موسیٰ سے نرد کے کھیلنے کی ممانعت مین حدیث روایت کی ہے' دارقطنی کہتے ہین کہ سعید ابن ابی ہند نے ابی موسیٰ سے کچھ نہین سنا مین کہتا ہون کہ عبدالرزاق کی روایت معمر سے اور پھر ایوب سے ہے اور ابن حبان نے اپنے صحیح مین کہا ہے کہ سعید ابن ابی ہند کی حدیث جو ابی موسیٰ سے ہے معلول ہے جو کسی طرح صحیح نہین مین کہتا ہون کہ ابن حزم نے ظاہر اسناد کو دیکھکر حدیث کو صحیح لکھدیا حالانکہ وہ معلول بالانقطاع ہے۔ دارقطنی نے علل مین کہا ہے کہ یحییٰ بن سلیم نے عبداللہ بن عمر سے انہون نے نافع سے انہون نے ابن عمر سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے دارقطنی یہ بھی کہتے ہین کہ بقیہ نے متابعت کی ہے اور عبداللہ سے روایت کی ہے اور صحیح طریقہ نافع ہی انہون نے سعید ابن ابی ہند سے انہون نے ابن ابی موسیٰ سے حالانکہ

بن زریر عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ
بیمینہ واخذ ذہبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان
ہذین حرام علی ذکور امتی زاد ابن ماجہ وہی
حل لاناثہم وبین النسائی الاختلافات فیہ
علی یزید بن ابی حبیب ورجح النسائی روایۃ
ابن المبارک عن اللیث عن یزید بن ابی حبیب
عن ابی الصعبۃ عن رجل من ہمدان یقال لہ افلح
عن عبد اللہ بن زریر قال لکن قولہ افلح الصواب
فیہ ابو افلح قلت وہذہ روایۃ احمد فی مسندہ
عن حجاج عن وہیب واللہ اعلم واعلہ ابن
القطان بجہالۃ حال روایۃ ما بین علی ویزید بن
ابی حبیب فاما عبد اللہ بن زریر فقد وثقہ العجلی
وابن سعد واما ابو افلح فینظر فیہ واما ابن ابی
الصعبۃ فاسمہ عبد العزیز بن ابی الصعبۃ و
روی البیہقی من حدیث عقبۃ بن عامر نحوہ و
ینظر فی اسنادہ فانہ من طریق یحیی ابن ایوب
عن الحسن بن ثوبان وعمرو بن الحارث عن ہشام
بن ابی رقیۃ سمعت مسلمۃ بن مخلد یقول
لعقبۃ بن عامر قم فاخبر الناس ما سمعت من

طلق بن حبیب نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ کیا آپنے آنحضرت
سے ریشم کے متعلق کچھ سنا ہی انہون نے کہا نہین اس سے
صاف ظاہر ہے کہ بقیہ کو وہم ہوا، اور یحیی بن سلیم بھی اسکی
سند مین ہے اور اسی باب مین حضرت علی بن ابی طالب سے
بھی روایت ہی جسکو احمد اور ابوداؤد اور نسائی ابن ماجہ
اور ابن حبان نے بطریق عبد اللہ ابن زریر حضرت علی
سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ریشم داہنے ہاتھ مین لیا اور سونا بائین ہاتھ مین پھر فرمایا کہ یہ
دونون میری امت کے مردون پر حرام ہین ابن ماجہ نے اتنا
زیادہ کیا کہ عورتون کے لیے حلال ہی اور یزید بن ابی حبیب
کی روایت مین اختلافات بیان کئے ہین اور ابن مبارک
کی روایت جو لیث سے اسنے یزید بن ابی حبیب سے انہون نے ابی صعبہ سے
اسنے ہمدان کے ایک شخص سے جسکا نام افلح ہی اسنے عبد اللہ بن زریر سے
یہ بھی کہا ہی کہ افلح بجائے ابو افلح صحیح ہی مین کہتا ہون یہ روایت
سند امام احمد مین بطریق حجاج از وہیب ہے اور ابن قطان نے کہا ہی کہ
اور یزید بن ابی حبیب کے درمیان روایت مین جہالت ہے عبد اللہ ابن زریر
کی توثیق عجلی اور ابن سعد نے کی ہی اور ابو افلح کا حال دیکھنا چاہئے۔ ابن
ابی الصعبہ کا نام عبد العزیز بن ابی الصعبہ ہے اور بیہقی نے عقبہ بن عامر
سے اسیطرح روایت کی ہی اور اسکی سند قابل غور ہی کیونکہ وہ بطریق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال سمعتہ
یقول الحریر والذہب حرام علی ذکور امتی اسنادہ
حسن وہشام لم یخرج لہ الا اخرجہ بن یونس
فی تاریخ مصر من طریقہ وروی البزار والطبرانی
من حدیث قیس ابن ابی حازم عن عمر نحو حدیث
علی وفیہ عمر بن جریر البجلی قال البزار لین
الحدیث وروی ابن ماجہ والبزار وابو یعلی
والطبرانی من حدیث عبد اللہ بن عمرو نحو حدیث
ابو موسی وفی اسنادہ الافریقی وہو ضعیف
ورواہ الطبرانی والعقیلی وبن حبان فی الضعفاء
من حدیث زید ابن ارقم وفیہ ثابت بن زید
قال احمد لہ مناکیر وقال ابن ابی شیبۃ حدثنا سعید
بن سلمان ثنا عبادہ ثنا سعید بن زید بن ارقم
اخری ابنۃ بنت زید عن ابیہا رفعہ الذہب والحریر
حل لاناث امتی حرام علی ذکورہا ابن زید ہو ثابت
ورواہ الطبرانی من حدیث واثلۃ بن الاشقع
نحوہ واسنادہ مقارب ورواہ ایضا ہو البزار عن
ابن عباس بسند واہ وبسند اخر وہی سند،

یحیی بن ایوب حسن بن ثوبان سے مروی ہے اور عمر بن الحارث
نے ہشام ابن رقیہ سے روایت کیا ہی کہ مین نے مسلمہ بن مخلد کو سنا
کہ وہ عقبہ بن عامر سے کہتے تھے کہ آپ لوگونکو آگاہ کیجئے جو کچھ آپنے آنحضرت
سے سنا ہی انہون نے کہا مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ سونا اور ریشم مردونپر
حرام ہی اسکی سند حسن ہے اور ہشام سے صحاح ستہ مین روایت
نہین ہی اور ابن یونس نے اسی طرح سے تاریخ مصر مین روایت
کیا ہی اور بزار اور طبرانی نے حدیث کو قیس بن ابی حازم حضرت
عمر سے روایت کیا ہے مثل حدیث حضرت علی کے اور اسکی
سند مین عمر بن جریر بجلی ہے جسکو بزار نے لین الحدیث کہا ہی
اور ابن ماجہ اور بزار ابو یعلی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمرو سے
مثل حدیث ابو موسی روایت کی ہی اور اسکی سند مین افریقی ضعیف ہے
اور طبرانی اور عقیلی اور ابن حبان نے ضعفا مین زید بن ارقم سے اسکی
حدیث کو روایت کیا ہی اور اسمین ثابت بن زید ضعیف ہین امام احمد
نے کہا کہ اسکی احادیث منکر ہین اور ابن ابی شیبہ نے زید بن ارقم سے روایت
کی کہ آنحضرت صلعم نے سونا اور ریشم امت کی عورتون پر جائز کیا اور مردون
پر حرام اسمین بھی وہی ثابت بن زید ضعیف ہی اور طبرانی نے واثلہ بن اشقع
سے روایت کیا ہی مگر اسکی سند مقارب ہے اور طبرانی اور بزار نے ابن عباس سے
روایت کیا مگر اسکی سند لغو ہی اور دوسرا طریقہ بھی ہی وہ اس سے بھی زیادہ لغو ہے،

غرضکہ یہ روایت آٹھ طریقون سے ہے جو سب ہی ضعیف ہین یہ تو مرفوع احادیث کا حال ہے اب ہم آثار صحابہ

بھی لکھتے ہین۔ بخاری نے باب مین لکھا ہے

باب الخاتم للنساء وکان لعائشة خواتیم من الذهب ۔ عورتون کیلیے انگوٹھی اور حضرت عائشہ کیلیے سونے کی انگوٹھیان تھین،

حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ابن سعد نے اس روایت کو وصل کیا ہے۔

عن عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب قال سالت القاسم بن محمد ان اناسا یزعمون ان رسول الله صلی الله علیه واله وسلم نهی عن الاحمرین المعصفر والذهب فقال کذبوا والله لقد رایت عائشة تلبس المعصفرات وتلبس خواتیم الذهب،

عمرو ابن ابی عمر کہتے ہین مین نے قاسم بن محمد سے سنا کہ لوگونکا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے اور سرخ رنگے ہوے کپڑون سے منع فرمایا کہنے لگے واللہ جھوٹے ہین۔ مین نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رنگے ہوے کپڑے اور سونے کی انگوٹھیان پہنتی تھین،۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین کچھ لوگ ضرور اس کے قائل تھے کہ عورتون کے لیے سونا پہننا ناجائز ہے۔ اور اس سے جواز بھی ثابت ہوتا ہے مگر اسکے راوی عمرو بن ابی عمرو مین محدثین نے کلام کیا ہے چنانچہ ذہبی لکھتے ہین۔

قال ابو حاتم لاباس به وروی عباس عن یحیی لایحتج بحدیثه وقال فی موضع آخر فی کتاب عباس لتضعیف وکان مالکؒ یروی عنه وروی عثمان بن سعید عن یحیی لیس بالقوی وقال الجوزجانی مضطرب الحدیث وقال النسائی لیس بالقوی

ابو حاتم نے کہا اس مین کچھ نقصان نہین عباس نے یحیی سے روایت کیا کہ انکی حدیث سے احتجاج نکیا جاے اور دوسری جگہ ضعیف کہا اور عثمان نے یحیی سے روایت کیا کہ وہ قوی نہین اور جوزجانی نے مضطرب الحدیث کہا اور نسائی نے کہا وہ قوی نہین۔

ابن سعد کی دوسری روایت،

اخبرنا محمد مصعب القرقسانی قال حدثتنی ام مریم الحنفیه امراة من اهل البصرة قالت سمعت حفصة بنت

حضرت انس کی صاحبزادی حفصہ کہتی ہین کہ ہمارے والد ہمکو سونا اور ریشم

بن مالکؓ تقول کان ابی یحلینا الذهب ویکسونا الحریر

پہناتے تھے،

محمد بن مصعب مین بھی محدثین نے کلام کیا ہے ذہبی لکھتے ہین۔

قال ابو حاتم لیس بالقوی وقال النسائی ضعیف وقال الخطیب کثیر الغلط لحدیثه من حفظه

ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ قوی نہین ہین نسائی نے ضعیف کہا ہے اور خطیب نے کہا کیونکہ یہ اپنی یاد سے روایت کرتے تھے اسلیے کثیر الغلط ہین،

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے مین دو تین روائتین کی ہین جو درحقیقت صحیح ہین،

عن ابن عمر انه کان یحلی بناته وجواریه الذهب ثم لا یخرج منه الزکاة[1]،

حضرت ابن عمر اپنی صاحبزادیون اور لونڈیون کو سونا پہناتے تھے اور زکوۃ نہ دیتے تھے،

عن اسماء بنت ابی بکر انها کانت تحلی بناتها بالذهب ولا تزکی نحوا من خمسین الفا[2]،

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماء اپنی لڑکیونکو تقریباً پچاس ہزار کا سونیکا زیور پہناتی تھین اور زکوۃ نہین دیتی تھین،

محمد اخبر ابو حنیفة عن عمرو بن ابناء عائشة حلت اخواتها بالذهب وابن عمر حلی بناته بالذهب قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفة[3]

حضرت عائشہ اپنی بہنون کو اور ابن عمر اپنی لڑکیون کو سونا پہناتے تھے۔ یہی قول محمد اور ابی حنیفہ کا ہے۔

ان روایات سے سونے کا استعمال ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ زیور مین بالکل زکوۃ نہین، کیونکہ یہ مسئلہ اس بحث سے جدا ہے، ہم اسکے متعلق بالفعل کچھ لکھنا نہین چاہتے۔

یہ سب وہ روایات ہین جن سے سونا پہننے کو جائز کہا جاتا ہے اور فقہا کا مذہب بھی یہی ہے،

محمد اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم انه قال لاباس بالحریر والذهب للنساء قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفة

ابراہیم کہتے ہین عورتون کو ریشم اور سونا استعمال کرنے مین کچھ مضائقہ نہین، امام محمد کہتے ہین یہی ہمارا اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

[1] کتاب الام، [2] دارقطنی، [3] کتاب الآثار،

قال الشافعی والمرأة ان تتحلی ذهبًا وورقًا ولاتجب علیها الزکوة،

حضرت امام شافعی فرماتے ہین عورت سونے اور چاندی کا زیور استعمال کرے اور اسکی زکوة ندے،

اور یہی مذہب امام مالک کا ہی،

دوسرے فریق کے دلائل ایک روایت جو سونا ٹکڑے ٹکڑے کرکے استعمال کرنے کو جائز بتاتی ہی وہ یہ ہی" ابو شیخ سے روایت ہے کہ امیر معاویہ نے صحابہ کے ایک مجمع مین کہا کیا تم نہین جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے استعمال کی ممانعت فرمائی بجز اسکے کہ اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کرلیے جائین سب نے کہا بیشک" اسکے راوی اوّل ابو شیخ سنہائی مجہول ہی، دوسرا ابو قلابہ جسکا نام عبد الملک بن محمد ہی ضعیف ہے، ابو قلابہ کا شاگرد میمون القباد بھی معروف راویون مین نہین اور ذہبی اس حدیث کو منکر کہتے ہین چنانچہ وہ میزان الاعتدال مین لکھتے ہین" میمون قباد بصری ابن سیب سے اور ابی قلابہ سے روایت کرتا ہی اور اس سے خالد اور کہمس نے حدیث لی ہی امام احمد کہتے ہین کہ غیر معروف ہے، مین نے کہا اسکی روایت امیر معاویہ سے یہ ہی کہ رسول اللہ صلعم نے درندون کے چمڑے اور سونا پہننے سے منع فرمایا البتہ اسکے ٹکڑے ٹکڑے استعمال کیے جائین ابن حبان نے میمون کی توثیق کی ہی مگر یہ حدیث منکر ہی یعنی مردود اور غیر مقبول ہی" اسی روایت کو ابو شیخ نے اپنے بھائی حمان سے بھی روایت کی ہی۔ مگر اس روایت مین استثنا نہین ہے حکم مطلق ہے" سونا پہننے کی ممانعت فرمائی"، ذہبی حمان کے متعلق لکھتے ہین" حمان نے معاویہ سے ممانعت سونے مین روایت کی ابو شیخ ہنائی آپکے بھائی اس سے متفرد ہین بعضے حمان زبر سے بعضے پیش سے اور بعضے جمان کہتے ہین اور بعضے حماد اور بعضے ابو حماز کہتے ہین اور کہا جاتا ہے کہ حمران ہین کچھ پتہ نہین کہ یہ کون شخص ہین۔ غرضکہ یہ بھی مجہول الحال ہین،

امیر معاویہ سے البتہ ایک تیسری روایت مسند احمد مین صحیح طریقہ سے مروی ہی جسکے تمام راوی معتبر ہین،

عن علی بن عبد اللہ بن علی عن ابیہ انہ سمع معاویہ یخطب فی ظل الکعبة وھو یقول نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عن حلی الذھب ولبس الحریر،

علی ابن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ امیر معاویہ نے کعبہ کے سائے مین خطبہ پڑھا جسمین کہا کہ آنحضرت صلعم نے سونے کے زیور اور ریشم کو منع فرمایا۔

لیکن اس روایت مین مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہین اسلیے حکم عام ہوگا اور اس ممانعت مین عورت بھی داخل ہوگی۔

ادبیات

عربی مین شعرا کے دو طبقے ہین مُکثِرین اور مُقِلّین، مکثرین وہ ہین جنھون نے شاعری کو پیشہ بنا لیا ہے، اور کئی کئی ضخیم دیوانون کے مصنف ہین اور اب اُردو کے رسالون مین انکی غزلین عام طور سے لوگ پڑھتے ہین،

ذیل کے صفحات مین چند غزلین ہندوستان کے شعرائے مقلّین کی ہین جو نثر نگاری اور انشاپردازی کے لحاظ سے ملک مین ممتاز ہین، لیکن ایک شاعر کی حیثیت سے پبلک مین نہین آے ہین، پہلی نظم اس شخص کی ہین جسکو لوگ محمد علی (ایڈیٹر کامریڈ) کہتے ہین، ہم انکو حضرت جوہر کے نام سے پیش کرتے ہین، تیسری غزل حسام الملک نواب سید محمد علی حسن خان کی ہی، انکو طاہر کے نام سے پبلک مین متعارف کراتے ہین، چوتھی غزل مسٹر ناظر بی۔اے کی ہے، ناظرین انکو اچھی طرح جانتے ہین، اُردو کے ایک بڑے فلسفی مصنف ہین، لیکن بزم شاعری مین "ناظر" کی مصنوعی صورت کے سوا اصلی صورت مین آنا "منظور" نہین کرتے۔

دیکھیےگا تینون صاحبون کے تخلص کا ضروری عنصر "ر" ہے! واللہ اعلم بالصواب اسمین کیا راز ہے، بندون کے لئے فطرت کے رازہاے سربستہ کو کھولنا ایک بیسود عمل ہے!!

۱

"تم خداوندہی کہلاؤ خدا اور سہی"

(جوہر)

خوگرِ جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی
اسقدر ظلم پہ موقوف ہی کیا اور سہی

خوفِ غمازِ، عدالت کا خطر، دار کا ڈر
ہین جہان اتنے وہان خوفِ خدا اور سہی

ربِّ عزت کے لئے بھی کوئی رہنے دو خطاب
"تم خداوندہی کہلاؤ خدا اور سہی"

کشورِ کفر مین کعبہ کو بھی شامل کرلو
"سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی"

دل و دین جا ہی چکا جان بھی جانی ہو تو جائے
ترکشِ ناز مین اک تیرِ قضا اور سہی

حکم حاکم نہ سہی مرگِ مفاجات سے کم
ملک الموت پہ پیمان کی سزا اور سہی

ہم وفا کیشون کا ایمان بھی ہی پروانہ صفت
شمعِ محفل جو وہ کافر نہ رہا اور سہی

جس نے ہنگامہ عدالت کا تری دیکھا ہے
اُس گنہگار کو اک روز جزا اور سہی

عہدِ اول کو بھی اچھا ہو جو پورا کردو
تم وفادار رہو تھوڑی سی وفا اور سہی

(۲)

"بڑھتا ہی اور ذوقِ گنہ یان سزا کے بعد"

دورِ حیات آئیگا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

قتلِ حسین اصل مین مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہی ہر کربلا کے بعد

اک شہر آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل
بل من مزید کہتی ہی رحمت دعا کے بعد

تجھسے مقابلہ کی کسے تاب ہی و لے
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد

لذت ہنوز مائدۂ عشق مین نہین
آتا ہی لطفِ جرم تمنا سزا کے بعد

ممکن ہی نالہ جبر سے رُک بھی سکے مگر
ہم پر تو ہے وفا کا تقاضا جفا کے بعد

غیرون کے ساتھ ہمسے الگ خیف ہی اگر
یہ بیجا بیان بھی ہون عذرِ حیا کے بعد

کیا زندگی وہ جسمین کوئی آرزو نہو
رہتی ہی موت ہی دلِ بے مدعا کے بعد

ہی کسکے بل پہ حضرتِ جوہر یہ رو کشی
ڈھونڈھینگے آپ کسکا سہارا خدا کے بعد

(۳)

جنون اے دل باندازِ نگاہِ یار می باید
برائے شور و مستی ہم دلِ ہشیار می باید

اگر یک گل ترا بر طرۂ دستار می باید
نخستین ذوقِ لطف اندوزیِ صد خار می باید

میانِ ما و دشمن فرق کردی اعتراض است این
نمی گویم ترا از بیوفائی عار می باید

نہ دیدار تو آسان است و نی در وعدہ الفائی
مگر بہرِ تسلی وعدۂ دیدار می باید

شدن با گلرخان ہم بزم و از قیدِ خرد جستن
نمی باید و لے در فصلِ گل یکبار می باید

نمی فہمد اشاراتِ محبت بے وفا بنود
نہفتن رازِ الفت تا بکے اظہار می باید

بگرد و گردِ او دوار بقدم بیرون نہ بگزارد
بپائے عاشقِ او گردشِ پرکار می باید

ندارم امتیازِ بوسہ و دشنام سر مستم
ہمی خواہم کہ ہان می باید و بسیار می باید

تو کارِ خویش کن طاہر ز تقلید و کوہکن بگذر
ازین افسانہا آخر چہ خیزد کار می باید

(۴)

آہ منت کشِ اثر نہ ہوئی
شبِ غم کی کبھی سحر نہوئی

نہ ہوئی ہم سے ترکِ خوے وفا
ہم نے چاہا کہ ہو، مگر نہوئی

غلط انداز کتنی ہے وہ نظر
آج تک میرے حال پر نہوئی

اسقدر محویت، معاذ اللہ!
اُنکے آنے کی بھی خبر نہوئی

رازِ الفت کسی پہ کھل نہ سکا
وحشتِ شوق، پردہ در نہوئی

کسقدر ہے غیور، میری دعا
کبھی شرمندۂ اثر نہوئی

ہم گدایانِ عشق کو ناظر
فکرِ الطافِ اہلِ زر نہوئی

ایک بزرگ کے جواب مین جنھون نے خاکسار (اڈیٹر) کی مبالغہ آمیز تعریف کی تھی، لکھا گیا،

انسان وہ ہی جو سب کو انسان سمجھے
سائل جو کوئی اُسے بھی سلطان سمجھے

احباب کے حسن ظن کا ممنون ہون مین
جو "مور ضعیف" کو "سلیمان" سمجھے

خطاب بہ احرار

ایک مرکز کی ضرورت

مولانا شبلی کا اُردو غیر مطبوعہ کلام

یہ جو لیڈر شکنی آپ نے کی خوب کیا — قوم اب طوقِ غلامی سے ہے بالکل آزاد

لوگ اب حلقۂ تقلید مین ہونگے نہ اسیر — ٹوٹ جائیگا طلسمِ اثرِ استبداد

ہان مگر ایک گذارش بھی ہی یہ قابلِ غور — یہ تو فرمائیے اس باب مین کیا ہی ارشاد

بتکدے آپنے ڈہائے بہت اچھا لیکن — شرط یہ ہی کہ حرم کی بھی تو رہ جائے بنیاد

آبلہ قابلِ نشتر تھا یہ مانا لیکن — دیکھئے یہ کہ کہین زخم مین آئے نہ فساد

آپ کہتے ہین کہ وہ مجمعِ ناجائز تھا — خیر جو کچھ تھا، مگر جمع تو تھے کچھ آزاد

اب کوئی مرکزِ قومی ہے نہ توحیدِ خیال — نہ کوئی جادۂ مقصد ہی نہ کچھ توشہ نہ زاد

خوف یہ ہی کہ بکھر جائے نہ شیرازۂ قوم — خوف یہ ہے کہ یہ ویرانہ نہ ہو پھر آباد

ذرّے جس طرح سے ہو جاتے ہین اُڑ اُڑ کے فنا — یون ہی ہو جائیگی پھر قوم بھی آخر برباد

نکتہ چینی سے فقط کام نہین چل سکتا — یہ بھی لازم ہی کہ کچھ کام بھی ہو پیش نہاد

ہاتھ پر زور ہی لیکن کوئی انجن بھی تو ہو — کام کیا آئیگا نشتر جو نہ ہوگا فصاد

کلامِ وحید

سر مین تھا اب تو سر بازار سودا ہو گیا — پاس اب کس کا رہا جب راز افشا ہو گیا

دید بازی کی حقیقت جو تھی آخر کھل گئی — یہ فقط دو پتلیون کا تھا تماشا ہو گیا

تھے ابھی کل تک تو کرتے ہوش کی باتین وحید — سخت حیرت ہی کہ شب بھر مین تمہین کیا ہو گیا

آہنگِ فنا

تاراجِ فنا سے ہوگا باغِ ہستی — خالی ہو جائیگا ایاغِ ہستی

انفاس کی آندھیون سے اکدن محشر — بجھ جائیگا دیکھنا! چراغِ ہستی

پامالِ فنا بہارِ ہستی ہو گی — حسرت اک لاش پر برستی ہو گی

رو دینگے سب ہونگے یاد کر کے ہمین — لیکن بیرحم موت ہنستی ہو گی

لطفِ مئے عیش و کامرانی دیکھا؟ — دیکھا! کیون رنگِ بزمِ فانی دیکھا

اک تودۂ خاک پر فنا کہتی ہی، — "غافل! انجامِ زندگانی دیکھا"

یہ عیش و نشاط و خود پرستی کبتک؟ — یہ بادۂ بیخودی کی مستی کبتک؟

تو موت کو اس طرح رہیگی بھولی — کبتک، کبتک ذلیل ہستی کبتک؟

ای شہرِ خموشان سے گذرنے والے — انجام کی کچھ فکر نہ کرنے والے

سن لے سن لے ذرا ٹھہر جا سن لے — تجھسے کچھ کہہ رہے ہین مرنے والے

ای شورِ نشاطِ جان پرستی خاموش — کبتک تو رہیگا رہنِ مستی خاموش

سن! موت نے نغمۂ فنا چھیڑ دیا — بس بس خاموش سازِ ہستی خاموش

پیغام فنا تجھے سنانے آئی — ہستی تری خاک مین ملانے آئی

او مرگ فراموش! ادھر ہوش مین آ — اور دیکھ اجل تجھے بلانے آئی

کیون موت کے نام سے پریشانی ہی — یہ خوف و ہراس اور حیرانی ہے

جو راہ نما ہو امن کی دنیا کا — اسکو نہ سمجھ کہ دشمنِ جانی ہے

[illegible] بنارسی

مولانا شبلی کا فارسی غیر مطبوع کلام

(۱)

تا نرگسِ تو عربدہ انگیز نبودہ است — این مملکتِ حسن بلا خیز نبودہ است

بنود عجب ار گرم در آمیخت بہ اغیار — شوخیکہ بما نیز کم آمیز نبودہ است

واعظ! اگرت کار بہ لعلِ لبش افتاد — زین گونہ حدیثِ تو دلاویز نبودہ است

دانم کہ بہارِ چمنِ "بمبئی" امسال — بر عادتِ پیشینہ جنون خیز نبودہ است

ہر چند غلط نیست کہ شبلی دل و دین باخت

این حرف دلے مصلحت آمیز نبودہ است

جبل بمبئی

(۲)

اے کہ گفتی! رہ و رسمِ تو نہ این می باید — ما ہمینیم کہ ہستیم و ہمین می باید

ہان بیا، تا کنم از بوسہ نشان بر لب تو — شاہِ حسنی و ترا نقشِ نگین می باید

از تو با بوسہ و آغوش تسلی نشوم — شب وصل است و لبساماں تر ازین می باید

لطف با قہر در آمیختہ در کار ماست — خندہ بر لب چینے بہ جبین می باید

عرشیان را بتوان گفت شبِ وصل زمن — کا ہستم گوشہ از عرش برین می باید

غیر را حرف بدے گفت بہ خرسندیِ من — وین ندانست کہ ہر شیوہ بکین می باید

شبلیا کیست؟ کہ زو داد سخن می خواہی؟

گر نظیری بود و شیخ حزین می باید

جولائی سنہ ۱۹۱۱

۵۷ گرم آمیختن، گرم جوشی سے ملنا،

مطبوعاتِ جدیدہ

دیوانِ فرد، حضرت فرد الاولیا شاہ ابو الحسن پھلواروی المتوفی ۱۲۶۵ء قدس اللہ سرہ خانقاہ شریف پھلواری کے ایک سجادہ نشین بزرگ تھے، جو اپنے زمانہ کے حقیقت دان صوفی اور ایک جلیل القدر عالم ہونیکے ساتھ فارسی کے بہت بڑے شاعر بھی تھے، متعدد مسائل مین مولانا شاہ اسمعیل شہید سے انکے زبانی مناظرے بھی ہوئے تھے، انکی غزلین پورے اہل حال صوفیون مین نہایت مقبول ہین، اور سچ یہ ہی کہ جوش بیان اور شیرینی گفتار مین حافظ کی غزلون سے انکی غزلین پہلو مارتی ہین، تاہم قند پارسی اور شکر ہندی مین جو فرق ہی اسکی نفی کون کرسکتا ہی لیکن یہ فرق اسقدر خفیف ہی کہ ہر قوت ذائقہ اسکو آسانی محسوس بھی نہین کرسکتی، غزلون مین عام انسانی عشق و محبت کی داستانین نہین ہین بلکہ مصرع مصرع سے حقیقت دانی معرفت تامہ اور عشق حقیقی کی ترحب ظاہر ہوتی ہی مدت ہوئی کہ یہ پورا دیوان کلکتہ کے ٹائپ مین چھپا تھا، اب حکیم مولوی محمد شعیب صاحب جعفری، پھلواروی نے مطبع انتظامی کانپور مین نہایت خوشخط دو دفترون مین چھپوایا ہے، شائقین حکیم صاحب سے پھلواروی ضلع پٹنہ کے پتہ سے طلب فرمائین، ضخامت ۸۹۴ صفحہ قیمت للعہ،

تذکرۃ الشعراء، فارسی شعرا کی بہ ترتیب حروف تہجی ایک فہرست ہی، مقابل کے خانون مین انکے سنین اور حاشیہ مین انکے مختصر حالات لکھے گئے ہین، کالجون کے فارسی طلبہ کیلئے غالباً مفید ہو، پتہ: علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ، ضخامت ۱۴۶ صفحہ قیمت عہ، طبع اعلیٰ، کاغذ متوسط،

مختارات الصوفیہ، شیخ محمد باقی مدنی نے المنح المدنیہ کے نام سے عربی مین ایک رسالہ لکھا تھا جسمین طریقت و شریعت کی حقیقت واضح کیگئی ہی، اور یہ ثابت کیا ہی کہ تصوف جسکا ماخذ مشکوٰۃ نبوت نہو، باطل ہی، مطبع انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڈھ نے اسکا اردو ترجمہ مختارات الصوفیہ کے

نام سے شایع کیا ہی، قیمت ۱۲ / ، طبع و کاغذ متوسط،

نقاد، اردو ادب کا ایک رسالہ جو چند سال پہلے شاہ دلگیر اکبرابادی کی ایڈیٹری مین آگرہ سے شایع ہوتا تھا، اب دوبارہ شایع ہونے لگا ہی، رسالہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے اپنا ایک معیار متعین کرلیا ہے، اور اسکے خلاف نہین چلنا چاہتا، اور وہ اردو زبان مین ادبیات لطیفہ اللائٹ لٹریچر کی ترقی و اشاعت ہے، نقاد کو اپنے مقصد مین ناکامی کا طعن پہلے بھی کوئی نہین دیسکتا تھا، اور ابتو اور بھی نہین کہ اسکی دوبارہ "پیدائش" جنس لطیف کی ایک بانوے محترم کی ممنون ہی،

یہ اعتراض صحیح نہین ہی کہ اس قسم کی ادبیات سے ہمکو کوئی علمی و دماغی فائدہ نہین پہونچتا کہ اس باغ ہستی کی ہر چیز کھانیکے لئے نہین ہی بلکہ کچھ دیکھنے اور سونگھنے کے لئے بھی ہے۔

طبع اعلیٰ، کاغذ متوسط، ضخامت ۵۰ صفحہ، قیمت للعہ،

گلچین، اس نام سے پہلے منشی امیر احمد صاحب مرحوم مینائی ایک گلدستہ نکالتے تھے، جو اُس زمانہ کے شعراء مین نہایت مقبول تھا، منشی صاحب مرحوم کے تلامذہ مین جناب سید ریاض احمد ریاض کا نام محتاجِ تعارف نہین، استاد کی یادگار مین رسالہ کو اسی قدیم نام سے اُنھون نے دوبارہ زندہ کیا ہی، ابتدا مین کچھ نثر مضامین، در آخر مین شعراء کی طرحی غزلین ہوتی ہین، ضخامت ۲۴ صفحہ، طبع و کاغذ متوسط، قیمت ؏ سال، دفتر گلچین سیتاپور،

موتیون کی لڑی، مولوی عبد المتین صاحب متین تجاروی مصنف کتب عدیدہ و مترجم مجسٹنگ فلاسفی نے پنجاب یونیورسٹی کے نصاب کے عربی رسالہ سلم الادب کے منظوم حصہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، بہتر ہوتا کہ مولوی صاحب اس سے کوئی زیادہ مفید کام انجام دیتے، اس مین جو اشعار حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہین، وہ حضرت علیؓ تو کیا کسی عامی عرب کا کلام بھی نہین ہوسکتا،

مجلد اول	بابت ماہ شعبان ۱۳۳۵ھ مطابق جون ۱۹۱۷ء	عدد دوازدہم

مضامین

اعلام

یہ معارف کا بارہوان نمبر آپکے ہاتھ مین ہے، آیندہ جولائی ۱۷ء کا پرچہ اُن حضرات کیخدمت مین جو جون ۱۹۱۷ء سے خریدار ہین وی پی بھیجا جائیگا، گو اعلان کے بعد بھی خریداران اپنے فرائض کو احساس نفرماکر عمداً یا تغافل شعاری سے دفتر کو نقصان پہنچاتے ہین تاہم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم،

"مینیجر"